اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

انمبر رہائش	۲	جلد نمبر	۲۰
دارالعلوم	۴	شمارہ نمبر	۱۱
الحق	۴۰	ذی قعدہ	۱۴۰۵ھ
آفس راولپنڈی۔ ۶۶۲۴۶		اگست	۱۹۸۵ء

اس شمارہ میں

★

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۴۰/- روپے ——— فی پرچہ ۔ چار روپے

بیرون ملک بحری ڈاک چھ پونڈ ——— ہوائی ڈاک دس پونڈ

یع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقشِ آغاز

قومی اسمبلی اور سینیٹ میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مساعی اور جدوجہد کو منظم ، مضبوط اور مربوط بنانے کے لئے اسمبلیوں کی تشکیل کے فوراً بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ ممبر قومی اسمبلی نے اراکین سے رابطہ قائم کیا اور مدیر الحق مولانا سمیع الحق ممبر سینیٹ اس سلسلہ میں پہلے روز سے برابر سرگرم عمل رہے اور الحمدللہ کہ پہلے اجلاس کے دوران ہی شیخ الحدیث مدظلہ کی دعوت پر ان کی قیام گاہ گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں شریعت محاذ کا قیام عمل میں آیا جس میں دیوبندی بریلوی ، اہل حدیث ، جماعت اسلامی اور دینی درد سے سرشار دیگر جماعتوں کے کئی سرکردہ ارکان نے شرکت کی اور حزب اقتدار و حزب اختلاف کے جھمیلوں سے قطع نظر شریعت اسلامیہ کی بالادستی کیلئے پوری یکجہتی اور ہم آہنگی اور طمع و لالچ اور خوف و ترغیب سے بالاتر ہوکر شریعت محاذ کے ذریعہ جدوجہد کی ضرورت محسوس کی اور اس محاذ کیلئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو بطور کنوینر کام کرنے پر سب نے اتفاق کیا الحمدللہ کہ اس محاذ کے قیام سے دینی درد رکھنے والی تنظیموں جماعتوں اور مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی اور اس سے بڑی توقعات وابستہ کیں اس محاذ کی توسیع اور اسے مضبوط بنانے کی جدوجہد جاری ہے قومی اسمبلی کے حالیہ اجلاس کے دوران مولانا مدظلہ کی دعوت پر شریعت محاذ کی دوسری میٹنگ ہوئی اس میٹنگ کی مختصر کاروائی جو محاذ شریعت کے ترجمان مولانا سمیع الحق سینیٹر نے پریس کو جاری کی حسب ذیل ہے :

" اسلام آباد ۔ ۲۲ اگست ۱۹۸۵ء قومی اسمبلی اور سینٹ میں نفاذ شریعت محاذ نے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں حکومت کی سرد مہری پر شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت دیگر تمام کاموں سے پہلے شریعت کی بالادستی کے کام کو اولیت دے یہ اجلاس آج یہاں گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد میں نفاذ شریعت محاذ کے کنوینر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ایم این اے اکوڑہ خٹک کی دعوت پر انہی کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ اجلاس نے ایک قرارداد کے ذریعہ اس امر پر تشویش ظاہر کی کہ پانچ ماہ کے عرصہ میں شریعت کے نفاذ کو برابر ملتوی کیا جا رہا ہے جس سے اسمبلی اور حکومت کا امیج خراب ہوتا جارہا ہے ۔ جبکہ ملک کو درپیش بحرانوں کا حل صرف اور صرف مکمل طور پر شریعت کے نفاذ میں ہے ۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اسلامی نظام کے سلسلہ میں جو اقدامات کئے گئے ہیں یا مجلس شوریٰ نے قصاص دیت ، قاضی کورٹ وغیرہ کی جو سفارشات متفقہ پیش کی ہیں حکومت کو ان اقدامات سے پیچھے ہٹنے نہیں دیا ۔

جائے گا۔ اور ان قوانین کو دوبارہ متنازعہ بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ حکومت اور اسمبلی کو چاہیئے کہ اس راہ میں رکاوٹ بننے والے تمام قواعد وضوابط معطل کر کے نفاذ شریعت کے متعلق بلوں، قراردادوں اور تجاویز کو اولین اہمیت دے۔ اجلاس نے سینٹ میں نفاذ شریعت بل قبول کر لینے پر سینٹ کو خراج تحسین پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ اس بل کو فوراً قانونی مراحل سے نکال کر ایوان میں لایا جائے اور طے پایا کہ قومی اسمبلی میں بھی شریعت بل محاذ میں شامل تمام افراد کی جانب سے متفقہ طور سے پیش کیا جائے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں ہم تمام مکاتب فکر مکمل طور پر متفق ہیں۔ اور کوئی بھی لادینی نظام یا غیر شرعی بات جب اسمبلی میں آئے گی تو ہم سب کیلئے ناقابل برداشت ہوگی اور ہم پوری قوت سے اس کا متفقہ مقابلہ کریں گے اجلاس میں طے پایا کہ نفاذ شریعت کیلئے پارلیمنٹ سے باہر بھی متفقہ کوششیں کرنی چاہئیں اسی طرح شریعت محاذ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں مشترکہ طور پر کام کرے گی۔ اس امر پر تشویش ظاہر کی گئی کہ اردو زبان اور قومی لباس کی ترویج کا کام پیچھے ہٹتا جارہا ہے۔ اسی طرح قومی اسمبلی میں دوبارہ انگریزی کی حوصلہ افزائی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اجلاس میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے علاوہ جن ارکان نے شرکت کی ان میں سے سرکردہ ارکان یہ ہیں۔ علامہ مصطفیٰ الازہری مولانا معین الدین لکھوی، مولانا وصی مظہر ندوی، مولانا قاضی عبداللطیف، پیر محمد اشرف، مولانا گوہر رحمان، جناب حمزہ، محمد اسلم کھیلا۔ شاہ بلیغ الدین، مولانا عبدالحق بلوچ، لیاقت بلوچ، میر نواز خان مروت، مظفر ہاشمی، مولانا سمیع الحق، جناب گل شیر، خیال شاہ اورکزئی، حاجی محمد عمر، مولانا عنایت الرحمان، اسعد گیلانی، صاحبزادہ فتح اللہ، عثمان رمز، فضل رازق وغیرہ اجلاس میں طے پایا کہ مولانا عبدالحق بطور کنوینر محاذ کو چلاتے رہیں۔ اور محاذ کا آئندہ اجلاس ۹ ستمبر کو اسمبلی کے کمیٹی روم میں طلب کریں۔

چوہدری ظفراللہ قادیانی آنجہانی کا بھی آخر کار اجل موعود آپہنچا۔ اسے المیہ کہئے یا دینی بے حسی یا ضرورت سے زیادہ جذبۂ رواداری کا مظاہرہ کہ صدر مملکت، وزیراعظم، کابینہ، وکلاء، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں، دفاقی محتسب اور سیاسی لیڈروں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر چوہدری صاحب کی وفات پر تعزیتی پیغامات بھیجے اور نشر کرائے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور چوہدری صاحب کے "کردار" کو خراج تحسین پیش کیا اور بعض ذمہ دار حضرات نے تو اس میں بڑی جرأت

اور بے باکی سے شرعی حدود کا تجاوز بھی کیا کہ ایک کافر اور مرتد کی روح کی ٹھنڈک کی دعائیں بھی کیں جس کا حق حضرت ابراہیم جیسے جلیل القدر نبی کو بھی خدا نے نہیں دیا کہ وہ اپنے کافر والد کی مغفرت کی دعا کر سکیں حقیقت تب سامنے آئے گی جب فرشتے نامۂ اعمال بارگاہِ ربوبیت میں پیش کر دیں گے۔

چوہدری ظفر اللہ خان بہت کچھ ہوں گے مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ نہ صرف مرزائی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پکے مبلغ اور وفادار ساتھی تھے۔ انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں اور کوششوں کو اس "قادیانیت" کے پھیلانے میں خرچ کیا جس کو صدر پاکستان اپنے حالیہ ایک پیغام میں پورے عالم اسلام کیلئے سرطان قرار دے چکے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے خلفاء و رفقاء مرزا بشیرالدین اور چوہدری ظفر اللہ وغیرہ مذہبی، سیاسی، ملکی اور قومی کردار جو کچھ بھی تھا انگریزوں کی ایماء پر تھا۔ یہ لوگ انگریزی سرکار کے مہرے اور گماشتے بنے رہے قادیانیت کا وجود ہی برطانوی سرکار کا مرہون منت ہے انگریزوں نے اس جماعت کو اپنے استعماری مقاصد کیلئے جنم دیا، پروان چڑھایا،

ہمیں حیرت ہے کہ وفات کے بعد چوہدری ظفر اللہ کو محب وطن قوم پرست اور ملت کا خیر خواہ باور کرانے کی کوشش کی گئی حالانکہ مرزائیوں نے مسلمانوں کی کسی بھی ابتلاء میں شرکت نہیں کی ان کیلئے "دینِ اسلام" کا وجود "دائرہ اسلام" سے خارج رہا۔ ملک کے اندر اور باہر ہمیشہ انگریزی حکومت کے آلۂ کار ثابت ہوئے جنگ عظیم میں عربوں اور ترکوں میں جاکر برطانوی استعمار کی جاسوسی کرتے رہے، مرزائیت کی پوری تاریخ پڑھ ڈالئے ہمیشہ ان کا وظیفۂ نبوت اور وظیفۂ خلافت انگریزوں کی خدمت گذاری رہا اور اس کا سب سے بڑا اور اہم مہرہ یہی ظفر اللہ خان تھے ۔۔۔ تعزیتی پیغامات میں چوہدری ظفر اللہ کو مسئلہ کشمیر اور ۱۹۶۵ء کی جنگ کا ہیرو بنانے کی کوشش کی گئی حالانکہ مسئلہ کشمیر میں چوہدری صاحب کا کردار ملک کے لئے کم اور قادیانیت کیلئے زیادہ تھا۔

اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ چوہدری ظفر اللہ اور تمام مرزائی امت انگریزی استعمار کی داشتہ رہی مرزائی امت نے اپنے نبی کی آڑ میں اور چوہدری ظفر اللہ نے پاکستان کی نمائندگی کی آڑ میں انگریزوں کے مقاصد اور پشتیبانی کا فرض ادا کیا، تقسیم پنجاب میں چوہدری ظفر اللہ کا ملک دشمن کردار کے بے رحم ہاتھوں سے چھپ نہیں سکا۔ اور پاک بھارت جنگوں میں اس طائفہ کی غدارانہ چالوں سے تو بڑے بڑے فوجی ماہرین بھی پردہ اٹھا رہے ہیں۔

بہر حال اب چوہدری صاحب وہاں ہیں جہاں سب کو جانا ہے۔ مگر دینی و ملی تشخص سے سرشار قومیں دوست اور دشمن کی تمیز ہر حال میں ضروری سمجھتی ہیں مگر یہاں تو یار لوگوں نے اظہار تعزیت

باقی صد ۶۳

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

بیاد مجلس شیخ الحدیث

صحبتے با اہل حق

علوم نبوت کے طالب علم کی فضیلت واہمیت

۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۶ء ۔ محمد آصف نامی ایک طالب علم ایبٹ آباد کے کسی دور دراز گاؤں سے حاضر خدمت ہوا ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ مہمانوں اور عقیدتمندوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے ۔ حقائق السنن کے مسودات پر کام کرنا ابھی باقی تھا ۔

حضرت مدظلہ نے اس نو وارد طالب علم سے آنے کا مقصد دریافت فرمایا ۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے آپ سے بیعت کی ہوئی ہے اور چند مشورے طلب کرنے ہیں ۔

شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا ۔ ٹھیک ہے بیان کرو ۔ اور انہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے ۔
طالب علم نے سوالات پوچھے ۔ حضرت مدظلہ نے خوب تفصیل سے تسلی بخش جوابات مرحمت فرمائے ۔ حضرت کی خصوصی توجہ اور اس طالب علم کے سوالات کے جوابات تفصیل سے بیان کرنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج حضرت گھر سے صرف اسی طالب علم ہی کی خاطر تشریف لائے ہیں ۔ اور گویا اسی کے لئے تشریف فرما ہیں ۔

اس صاحب نے ایک سوال یہ بھی دریافت کیا کہ حضرت ! وساوس اور گندے خیالات آتے ہیں ۔
تو ارشاد فرمایا ، جب گندے خیالات اور وساوس آئیں تو اعوذ باللہ پڑھ کر بائیں جانب تھوک دیا کریں یہ درحقیقت حضور صلعم نے شیطان کی تذلیل کا طریقہ بتایا ہے ۔ دشمن سے مقابلہ تین طرح کا ہوتا ہے تلوار سے ، گالی گلوچ سے ، تذلیل سے ۔ تذلیل انتہائی درجے کا آخری اور انتقامی عمل ہے ۔ تھوکنے سے شیطان کی تذلیل مقصود ہے ۔ چاہے نماز ہیں کیوں نہ ہو دوسرا یہ کہ اپنے خیالات میں شیطانی وساوس کی طرف التفات اور توجہ کم کر دو ۔

ابھی حضرت شیخ مدظلہ کی گفتگو جاری تھی کہ اس طالب علم نے عرض کیا ، حضرت میری تمنا ہے کہ آپ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث مجھے پڑھا دیں حضرت نے مشکوٰۃ شریف منگائی ۔ ہجوم مشاغل ، کثرت اضیاف اور مسودات ترمذی وغیرہ کے کام کی وجہ سے بعض حاضرین کو اس طالب علم کی اس بے موقع درخواست پر انقباض بھی ہوا ۔ مگر حضرت مدظلہ کی شفقت اور انسانیت اور طالب علم کے احترام اور اس کی قدر و قیمت کے اہتمام کو دیکھ کر سب حیرت

میں رہ گئے

حضرت مدظلہ نے مشکوٰۃ منگا کر اسے کھولا، اور ابتدائیہ کا پورا متن حرفاً حرفاً اس طالب علم کو پڑھایا۔ ہجوم اضیاف، واردین کی کثیر ضرورتیں و حوائج اور دیگر اہم مشاغل کوئی چیز بھی مانع نہ ہوسکی کہ تعجیل کر کے جان چھڑا دیتے۔ بلکہ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی آج کی مجلس اسی ایک ہی طالب علم کے لئے منعقد ہوئی ہے پھر جب اس کو حدیث پڑھائی تو خوب تفصیل سے اور شرح صدر سے دعا کی۔

حاضرین نے جو بھی تاثر لیا ہو سو لیا ہوگا۔ مجھے عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کے طالب علمانہ سوال پر رب ذوالجلال کی توجہ و عنایت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی تنبیہ کا پس منظر سامنے رہا۔ اور یہی سمجھتا رہا کہ آج کی مجلس میں ذی وجاہت با اثر اور بڑی اہم شخصیتوں کے باوجود ایک طالب علم کو ہمہ توجہ و استغراق حاصل رہا۔ یہ سب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نبوت کا پر تو ہے جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے عمل میں جھلکتا نظر آ رہا ہے۔

مخلوق خدا پر شفقت و ہمدردی | ۳۱ اکتوبر ۸۴ء حضرت شیخ دامت برکاتہم نے آج اپنی قیام گاہ بالاخانہ میں حقائق السنن کا مسودہ سنا۔ پھر حضرتؒ نے دارالعلوم آنا تھا۔ موٹر آئی تو احقر نے حضرت کو بالاخانہ کی سیڑھیوں سے اتارا۔ موٹر تک ابھی نہیں پہنچے تھے کہ ایک سفید ریش افغانی سامنے آئے اور حضرت کے ساتھ چلنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کیوں خیر تو ہے؟ عرض کیا چند روز قبل آپ کے ایک آدمی سے تعویذ کا کہا تھا۔ حضرت مدظلہ کو کھڑے ہونے میں بے حد تکلیف تھی ادھر موٹر بھی وسط بازار میں کھڑی تھی۔ مگر اس کے باوجود حضرت مدظلہ نے اس آدمی کے لئے تعویذ تلاش کیا۔ تعویذ جیبوں سے نکالنے اور ڈھیروں کاغذات میں ڈھونڈنے پر کافی وقت لگا۔ اس طرح آپ نے اپنے آرام، اور سہولت اور تعجیلی ضرورت کی پرواہ کئے بغیر، ایک صاحب کی حاجت براری کی، مخلوق خدا کے ساتھ یہ شفقت اور ہمدردی و غمگساری کے ایسے نادر واقعات کثرت سے پیش آئے اور آتے رہتے ہیں کاش! کوئی صاحب باقاعدگی سے ان کے ضبط کا اہتمام کرتا تو امت کے لئے نافع اور باعث برکت ہوتے۔

تو بہ جو اخلاص سے بھرپور ہو | ۸ نومبر ۱۹۸۳ء۔ ایک مدرسہ کے مہتمم ...... اور ان کے ساتھ چند معاون رفقاء دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی مجلس میں حاضر تھے۔ جب احقر حاضر ہوا تو بات دینی مدارس کے معاونین کے اجر و ثواب کی چل رہی تھی۔

شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ ہارون الرشید کے دور میں ملکہ زبیدہ نے طائف سے مکہ تک نہر کھدائی جس پر اس دور میں لاکھوں روپیہ صرف کیا یہ اس دور کی بڑی خدمت اور انسانی ہمدردی ہے۔ نہر کا نام بھی "زبیدہ" رکھا۔ جب وفات ہوئیں تو کسی عارف نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے آپ نے تو بڑی خدمت اور نہر کھدوانے کا عظیم کارنامہ انجام دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی وجہ سے مغفرت اور بخشش سے نوازا ہوگا۔

کہنے لگے، اللہ نے مغفرت کر دی ہے اور بخشش سے نوازا ہے۔ مگر نہر کھدوانے کا کارنامہ میرے کسی کام
اس کا اصل ثواب چندہ دہندگان اور مخلص معاونین کے نامۂ اعمال میں درج ہوا ہے۔ مجھے باری تعالیٰ نے ایک
وجہ سے بخش دیا ہے جو بظاہر معمولی سا ہے مگر خدا کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہوا۔ اور اہم ہے۔

وہ یوں کہ ایک روز میرے سامنے شراب کا گلاس لبالب بھرا پڑا تھا۔ میں نے اٹھایا ابھی منہ کو لگایا ہی تھا
ذان شروع ہو گئی۔ اللہ اکبر کی آواز کانوں سے گذر کر دل تک پہنچی اور یہ یقین ہو گیا کہ واقعۃً اللہ کی ذات
سے بڑی ہے۔ وہی ایک ذات ایسی ہے جس کی عبادت و اطاعت میں سرفرازی ہے۔ اللہ کی عظمت کچھ
طریقہ سے دل میں بیٹھی کہ اسی وقت شراب کی حرمت اور اس فعل میں خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا احساس ابھرا اور دل ہی دل
نے لگی کہ ایسے عظمت والے خدا کی نافرمانی کر کے میں اپنی عاقبت برباد کر رہی ہوں۔ فوراً شراب کے گلاس کو لات
ی۔ توڑ دیا۔ شراب مٹی میں بہہ گئی۔ میں نے خدا کے حضور صمیم قلب سے ندامت کے ساتھ توبہ کی یہی عمل خدا کو پسند
میری مغفرت کر دی۔

فرمایا جو لوگ مدارس کی معاونت کرتے ہیں ان کے نصیب اچھے ہیں۔ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ ہمیں بھی اخلاص والی توبہ
ب کرے۔

مولانا حسین علی صاحب وال بھچراں والے

۸ر نومبر ۸۳ء۔ ارشاد فرمایا مولانا حسین علی صاحب وال بھچراں والے، کی زیارت کا اللہ نے
موقعہ بخشا تھا۔ بڑے پاک باز انسان تھے لمبی قامت تھی۔ نصف پنڈلی تک شلوار
ہوتی تھی۔ سنت رسولؐ کے عاشق تھے۔ خدا نے ظاہری اور باطنی دونوں کمالات سے نوازا تھا۔ بڑا نورانی چہرہ
رحوم نے ملاقات میں مجھ پر بے حد شفقت فرمائی تھی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایک عبارت

۱۰ر جنوری ۸۴ء۔ ارشاد فرمایا۔ ہمارے اکابر علوم و معارف کے آشنا
تھے۔ ان کے ایک ایک ارشاد میں دسیوں مضامین کے عنوان ملتے ہیں۔
لعلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابیں آج بڑے بڑے زیرک علماء بھی سمجھنے سے قاصر ہیں
نے کہیں لکھا ہے کہ

خدا تعالیٰ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی بھیجنے کی قدرت ذاتی اور امکان ذاتی تو حاصل ہے
س کا وقوع نہیں ہوگا۔ ومن اصدق من اللہ قیلا (الآیۃ)

یار لوگ قاسم نانوتویؒ کی اس قدر آسان اردو عبارت کو نہ سمجھ سکے۔ اسے الٹا سمجھ کر، یا جان بوجھ کر غلط مفہوم
ڈھنڈورا پیٹنے لگے۔ کہ قاسم نانوتویؒ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ العیاذ باللہ

بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے

"لباس التقویٰ ذٰلک خیر"

دعواتِ عبدیت
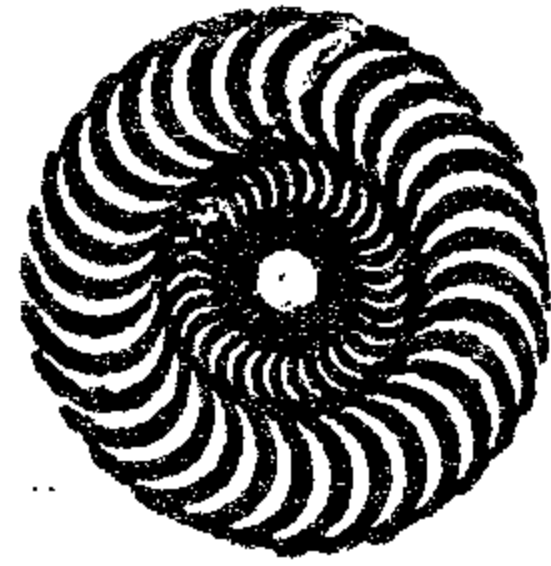
۲۱ر اپریل ۸۳ء۔ دارالعلوم ربانیہ شیدو کے ارباب انتظام کی دعوت اور شدید اصرار پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دارالعلوم ربانیہ تشریف لے گئے حضرت مدظلہ کی آمد کی اطلاع علاقہ بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ علاقہ بھر سے عقیدت مندوں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ حضرت مدظلہٗ شدید علیل تھے تقریر کرنا دشوار تھا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا اٹھائے۔ احقر نے وہی دعائیہ کلمات اس وقت محفوظ کر لئے تھے جو اب کاغذات کے ڈھیر میں مل گئے ہیں لہذا نذر قارئین ہیں (ع ق ح)

اللہ کریم کا بے پایاں فضل وکرم

ہم دن رات نافرمانی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے اور اللہ تعالیٰ ے نبی نے جو طریقہ سکھایا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں اپنے اعمال کی وجہ سے ہم سزا کے مستحق ہیں۔ مگر اس کے وجود اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے اپنے انعامات اور بے پایاں فضل وکرم سے ہم سب کو نواز رہا ہے ی برساتا ہے۔ طعام اور اس کے ذرائع سے استفادہ کے اسباب مہیا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو سب کچھ بند کر یں۔ مگر اس کے فضل وکرم پر قربان جائیے ہمارے تمام گناہوں اور بڑے بڑے جرائم پر پردے ڈال دیتے ہیں ئیے آج اپنے مہربان خدا کے سامنے گڑگڑا کر اور رو رو کر اپنے گناہ معاف کرالیں۔ (اس وقت اہل مجلس پر یب کیفیت تھی۔ آہ وبکا اور گریہ وزاری کا سماں بندھا ہوا تھا۔ اور لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے) اللہ ب العزت نے اپنی مخلوق پر کس قدر مہربانی فرمائی ہے۔ کہ خود اپنے سے گناہ معاف کرانے کی تلقین ہی کر دی ر ایسا کرنے والے کو بڑی اور عظیم بشارتوں سے بھی نوازا۔

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم

یاموالٍ وبنیـن ویجعل لکم جنّت ویجعل لکم انہاراہ (نوح)

اور میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا، چھوڑ دے گا تم پر آسمان کی دھاریں اور بڑھا دے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغات اور بنا دے گا تمہارے لئے نہریں۔

اللہ کے سوا کوئی ماویٰ اور ملجا نہیں | اللہ پاک کے ان مبارک کلمات میں کس قدر لطف ہے اور شفقتیں ہیں جیسے ایک مشفق اور مہربان والد اپنے سرکش اور نافرمان بیٹے سے کہتا ہے۔ لخت جگر! تجھے میں نے پالا ہے۔ تیری پرورش میں نے کی ہے اور اب بھی میرے گھر میں تمہارا بسیرا ہے۔ اگر نکال دوں تب بھی میرے در کے سوا تیرا دوسرا در نہیں جہاں تجھے پناہ مل سکے۔ بیٹے نافرمانی نہ کر، آجا اپنے والد کے در پر اپنے مہربان کے گھر میں۔ ہمارا بھی اللہ رب العزت کے در کے سوا دوسرا در نہیں۔ یا اللہ ہم تیرے نافرمان بندے ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے جرائم کئے ہیں۔ یا اللہ ہم سب اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ میرے اللہ! ہم سب تیرے دروازے پر حاضر ہیں۔ تیری چوکھٹ پر سجدہ ریز ہیں۔ یا اللہ اگر تو دھتکار دے تو کون ہے جو تیرے بندوں کا ماویٰ اور ملجا بنے۔ یا اللہ ہم سب کو معاف فرما دے۔

عزیز بھائیو! آئیے آج اخلاص کے ساتھ اپنے گناہوں اور جرائم سے استغفار کر لیں۔ اللہ پاک استغفار کرنے والے کے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور دینی و دنیوی رفعتوں اور شوکتوں کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت کی لازوال نعمتوں سے بھی نوازتے ہیں۔

وَیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًاؕ

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم | آپ حضرات نے جو اجتماع کا پروگرام بنایا ہے اور بڑے بڑے علمار کرام کو مدعو کیا ہے۔ یہ حضرات ہمیں قرآن پاک، حدیث اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا سبق پڑھائیں گے۔ جو یقیناً ہمارے لئے دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:۔

مَنۡ اَحۡیٰی سُنَّۃً مِنۡ سُنَّتِیۡ فَلَہٗ اَجۡرُ مِائَۃِ شَہِیۡدٍ

شہید جب وفات پاتا ہے تو جنت کے حور و غلمان اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور اللہ رب العزت اپنے خصوصی لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔

افغان مجاہدین اور اہل اسلام | اللہ پاک ہمارے مجاہدین افغانستان کو بھی کامیابی سے نوازے۔ اور ان کو اپنے عظیم مقاصد میں عظیم کامرانی عطا فرمائے۔ الحمد للہ کہ آج روسی دشمن سے میدان کارزار میں علمار بالخصوص

العلوم حقانیہ کے فضلاء برسرپیکار ہیں۔ نہتے ہاتھوں مسلح افواج اور زبردست طاقتور دشمن سے مقابلہ ہے
یباً ساڑھے تین برس ہونے کو ہیں کہ دشمن کے بمبار طیاروں، ٹینکوں اور مسلح فوجوں سے ہمارے بے سروسامان
بین اور ہمارے دارالعلوم کے فضلاء اور طلباء مسلسل جنگ کر رہے ہیں جن میں سینکڑوں شہید ہو چکے
ہم سب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تضرع و عاجزی اور اپنے گناہوں و جرائم کے اعتراف کے ساتھ
ہ وندامت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دست بدعا ہیں کہ یا اللہ تو اپنے ان دین کے سپاہیوں اور مجاہدوں کی
اپنی غیبی قوتوں سے امداد فرما۔ مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہمارا فرض ہے۔ اگر اور کچھ نہ ہو سکے تو کم از
دعا تو کر لیا کریں اگر آج افغان مجاہدین نہ ہوتے اور انہوں نے افغانستان میں روسی اژدھا کا مقابلہ
یا ہوتا تو آج روس خدا جانے اپنے ناپاک عزائم میں کس قدر کامیاب ہوا ہوتا۔ آپ کو یہ دارالعلوم حقانیہ اور
ب میں دینی مدارس کا جو جال پھیلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اگر افغان مجاہدین کی باڑ نہ ہوتی تو یہ مدارس اور مساجد
ی سمرقند و بخارا کی طرح حیوانات کے اصطبل بن چکے ہوتے۔

ہمارے دلوں میں بھی ایک ارمان ہے، ایک تمنا ہے کاش اس بڑھاپے میں بھی میدان کارزار میں جانا
یب ہوتا۔ اور افغان مجاہدین کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑنے کا موقعہ ملتا۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری یہ تمنا شاید تمنا ہی رہے۔ لیکن خداوند قدوس نے ہم کمزوروں اور
یفوں کے لئے ایک دوسری صورت اور ایک آسان راستہ بنا دیا ہے کہ جناب حضرت محمد رسول اللہ
لی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت پر عمل کرنے سے سو شہیدوں کے مراتب و درجات اور ان کے برابر اجر و
واب کے دینے کا وعدہ فرمایا مثلاً

مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اندر رکھیں اور "اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ"
ڑھیں اور نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر نکالیں اور "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ"
جیسا کہ آں حضرت کا مسنون طریقہ یہی تھا۔ تو اس عمل (جو بظاہر ایک معمولی اور حد درجہ آسان عمل ہے)
سے اللہ پاک ہم کو سو شہداء کا ثواب دیتے ہیں۔

دیکھئے!

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم اور مہربانیوں کے دروازے بڑے وسیع اور کشادہ ہیں۔
ور ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ ایک سنت کے بدلے کتنی عظیم دولت مل رہی ہے۔ اور جب کھانا کھانے
یٹھیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیں اور جب فارغ ہو جائیں تو الحمد للہ الذی اطعمنا
وسقانا وجعلنا من المسلمین پڑھ لیں اور اگر کسے پوری دعا یاد نہیں تو فقط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے

پڑھ لینے سے بھی سنّت ادا ہو جاتی ہے۔ بظاہر معمولی اور حد درجہ آسان عمل ہے۔ مگر بوجہ سنّت ہو
ہونے کے اللہ پاک کے ہاں بے حد مقبول ہے۔ اس لئے اللہ پاک نے سنّو شہیدوں کے برابر اجر و ثوا
عنایت فرمانے کی بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنوادی۔ ہم پر اللہ پاک نے بہت بڑا احسان فر
کہ آج ہمیں دین کے لئے یہاں اکٹھا فرمایا۔ اور اس بے آب و گیاہ علاقہ میں اس قدر عظیم دینی ادارے عطا فر
اور اس پتھریلی زمین اور کھنڈرات سے (دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں) علوم کے چشمے بہا دیئے۔ اگر تمام
سجدے کرتے رہیں تب بھی ہم خدائے لم یزل کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

عجز و انکساری | فتح مکہ کے موقعہ پر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار جاں نثاروں کے سا
فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو تواضع و انکساری اور حد درجہ حیا کی وجہ سے اپنے چہرہ اقدس کو اونٹ
کی کوہان پر رکھ دیا تھا۔ اہل مکہ نے دیدہ و دل نچھاور کئے، میزبانی اور قیام کے لئے اپنے گھروں کو آراستہ
کیا۔ اور اپنے اپنے محلات کی پیش کش کی۔ مگر آپ ﷺ نے اس جگہ رہنا پسند کیا جہاں فتح مکہ سے قبل آپ ﷺ
آپ ﷺ کے رفقاء نے تین سال کا عرصہ قید میں گذارا تھا۔ اور بہترین محلات پر قدیم جیل خانہ کو اس لئے ترجیح دی
تاکہ ابتدائی حالات یاد ہوں اور اب خدائے پاک کا فضل و کرم دیکھ کر تشکر و امتنان کی کیفیت پیدا ہو۔ فت
کامرانی کے موقعہ پر بڑائی اور افتخار کے بجائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تضرع اور عاجزی تواضع ا
انکساری زیادہ محبوب تھی۔ آج ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھیں، قدرے دولت حاصل ہو جائے یا عزت و جاہ
جائے یا کسی کمال کو حاصل کر لیں تو کپڑوں میں نہیں سماتے۔ کمالات اور بزرگی جتاتے ہیں اور ہر ممکن اپنے آپ
منواتے ہیں۔ اور دنیا کو "پدرم سلطان بود" کا باور کراتے ہیں۔ اس رویہ سے اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں۔

ایاز قدرِ خود بشناس | محمود غزنوی بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ غزنی سے آئے ہند و پاک کو فتح
کے سومنات کے مقام تک پہنچے۔ ان کو اپنے ایک غلام ایاز سے بے حد محبت تھی۔ ایاز شاہی دربار میں مرصّع تا
اور ایسا لباس پہنتا تھا جس میں بیش بہا موتی اور لعل و جواہر جڑے ہوئے تھے۔ وزراء اور دیگر شاہی مقرب
اس سے حسد تھا۔ اور محمود غزنوی کی ایک غلام سے محبت پر تعجب بھی۔ تو جب وزراء نے ایاز سے اس قد
محبت اور خصوصی تعلق کی وجہ دریافت کی تو محمود غزنوی نے فرمایا اس کا جواب کل دوں گا۔ دوسرے دن جب
دربار برخاست ہوا اور سارے وزراء جانے لگے تو محمود غزنوی نے سب کو روک لیا اور سب وزراء کو ساتھ
کر اچانک ایاز کے گھر جا پہنچے۔ سب نے دیکھا کہ ایاز نے شاہی لباس اور قیمتی مرصع تاج اتارا ہوا ہے اور اپنا
پرانا مزدوروں اور قلیوں والا لباس پہن کر آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو کہہ رہا ہے۔ کہ ایاز! قدرِ خود
بشناس۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔ شریف آدمی جس قدر بلند مراتب پر پہنچتا ہے اسی قدر اس میں تواضع اور عاجزی

پیدا ہوتی ہے۔ اور رذیل آدمی جوں جوں اور نیچے درجات پر پہنچتا ہے توں توں اس میں دنائت کمینگی اور رذالت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ بہرحال عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ رب العزت کو اپنے پیغمبروں کی سیرت اور سنت ہر درجہ محبوب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے ساتھ مقابلہ میں تھے۔ تو فرعون حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہا کرتا تھا اس لئے ملک کے تمام جادوگروں کو بلایا۔ جب حضرت موسیٰ سے مقابلہ کرنا چاہا، تو جادوگروں نے فرعون سے کہا۔ کہ کل جب میدان میں مقابلہ ہوگا۔ اور جس سے مقابلہ ہونا ہے۔ ہم نے ابھی تک اسے دیکھا نہیں ہمیں کم از کم اس قدر تو معلوم ہو جائے کہ جس سے مقابلہ کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے اور اس شکل و صورت کا انسان ہے تو فرعون نے جادوگروں کے لئے حضرت موسیٰؑ کو دیکھ لینے کا انتظام کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کے دیکھ لینے کے بعد جادوگروں نے فرعون سے یہ درخواست کی کہ جب کھلاڑی اور مقابل میدان میں آتے ہیں تو عام طور پر ان کی وردی اور لباس ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ بھی ہمارے لئے یہ انتظام کر دیں کہ ہمارا لباس بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طرز کا لباس ہو۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کی پگڑی ہے، ٹوپی ہے، جوتے ہیں ویسے ہی ہمارے بھی ہونے چاہئیں۔ فرعون کے لئے یہ کوئی مشکل نہیں تھا۔ راتوں رات فرعون نے تمام جادوگروں کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس کی طرح بنوا دیا۔

صبح جادوگر جب حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں نکلے تو سب کا لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھا اور گویا لباس وردی کے لحاظ سے سب موسیٰؑ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ جب مقابلہ ہوا تو جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کی نبوت کی گواہی دے دی اور اسلام قبول کر لیا، مگر فرعون اس سعادت سے محروم رہا۔

فرعون نے جادوگروں کو دھمکیاں دیں مگر وہ اس قدر دین پر پک گئے تھے کہ ان کو فرعون کی کوئی دھمکی اور شدید ترین سزا بھی لغزش کا باعث نہ بن سکی۔ وہ استقامت کا پہاڑ بن چکے تھے۔ اور انہوں نے فرعون سے کہہ دیا "فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ"، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خلوت میں خدا کے حضور عرض کی۔ یا اللہ یہ سارا انتظام اس لئے کیا گیا تھا کہ فرعون ایمان لے آئے۔ میں بھی دن رات اس کی اصلاح و تبلیغ کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر اس نے تو اسلام قبول نہ کیا، سینکڑوں جادوگر اسلام میں داخل ہو گئے۔ آخر اس میں راز کیا ہے۔ تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ کا لباس نبی کا لباس ہے۔ اور نبی کا لباس اور اس کی شکل و صورت مجھے محبوب ہے۔ تو جادوگروں نے جب میرے محبوب کے لباس کو پہن کر نبی کے ساتھ مقابلہ کیا تو میری رحمت یہ گوارا نہ کر سکی کہ ایک شخص پیغمبر کے لباس میں ہو اور وہ جہنم میں جا پڑے۔ اس لئے میں نے نبی کی شکل و صورت اور اس کا لباس اختیار کرنے کی وجہ سے سب کو اسلام اور ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

تو ہمارے سامنے ایک بہت بڑی گھاٹی (موت) ہے جس کو سب نے عبور کرنا ہے۔ جو پار ہو گیا وہ کامیاب ہو گیا۔ جو راستے میں لڑھک گیا وہ برباد ہو گیا۔

امام زین العابدین کو کسی نے گالیاں دیں تو امام صاحب ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا خوب جی بھر کر دو۔ مگر گالیاں دینے والا جب گالیاں دیتے دیتے تھک گیا اور خاموش ہو گیا تو امام زین العابدین نے ان سے فرمایا عزیز! میرے سامنے موت کی ایک بہت دشوار گذار گھاٹی ہے اگر میں نے وہ عبور کر لی تو پھر تیری گالیوں کی مجھے پرواہ نہیں اور اگر راستے میں لڑھک گیا تو پھر ان گالیوں سے زیادہ کا مستحق ہوں۔ اصل چیز خدا کے ہاں مقبولیت اور اس کی رضا ہے۔ اگر ایک شخص بادشاہ کی نگاہ میں عزیز ہے تو اسے کسی جمعدار اور عوام کی گالیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر بادشاہ کی نظروں سے گر گیا ہے تو وزیروں اور امراء کی نگاہ میں اس کی مقبولیت بے سود ہے +

مسلسل

مولانا شمس تبریز خاں۔ رفیق مجلس تحقیقات ونشریات لکھنؤ

تاریخ اسلام میں

شیعیت و باطنیت کا منفی کردار

خلافت عباسیہ کا خاتمہ اور تباہی بغداد قرامطہ و باطنیہ کا سب سے بدترین اور شرمناک کردار خلافت
باسیہ کے خاتمے کے لئے ان کی سازش تھی جس کے نتیجے میں ساڑھے چھ سو سالہ خلافت کا خاتمہ ہوا۔ اور
سلام اور مسلمانوں کو وہ ناقابل تلافی نقصان پہنچا جس کی تاریخ اسلام میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ سیاسی زوال کے
تھ علمی و ثقافتی پیش رفت رک گئی۔ اور اس کے بعد ملت اسلامیہ نئے علمی آفاق کی دریافت کے بجائے
پنے ثقافتی ورثے کی حفاظت و وضاحت میں لگ گئی۔ اور اس کی علمی سرگرمیوں کا تسلسل ختم ہو گیا۔ مورخین
سلام نے اس حادثہ کے دوررس نتائج اور اس کی المناکی کو محسوس کیا۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔ لم یلق الاسلام ملحمۃ مثل ملحمۃ الترک الکفار المسلمین[1]
اسلام میں ترک کفار یعنی تاتاریوں کے حملہ سے زیادہ کوئی اور خون ریز جنگ نہیں ہوئی۔ اس المیے
سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بغداد کے محلہ کرخ کے شیعہ سنی فساد کے بعد خلیفہ
متعصم کا وزیر ابن العلقمی اور نصیر الدین طوسی جیسا فلسفی اور محقق بھی تھا۔

علامہ ذہبی (٦٧٣ - ٧٤٨ھ) طوسی (٥٩٧ - ٦٧٢ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"طوسی بھی دشمن خدا ابن العلقمی اور اس کے مشیر ابن ابی الحدید کے ساتھ اس ہولناک
قتل عام میں شریک تھا۔ جس کا ارتکاب امت محمدیہ میں ہلاکو نے عاصمۃ الاسلام
بغداد میں ٦٥٦ھ میں کیا تھا۔ اس میں ابن العلقمی اور اس کے مشیر کی خیانت اور اس

---

[1] مختصر منہاج السنۃ ص ٣٢٨ - دمشق ١٣٧٤ھ

ملحد فلسفی طوسی کی ترغیب شامل تھی۔ طوسی اس سے پہلے بلاد الجبل (کوہستان) میں الموت کے ملاحدہ اسماعیلیہ کے اعوان میں تھا۔ اس نے اپنی کتاب "اخلاق ناصری" باطنیہ کے وزیر ناصر الدین حاکم جبال کے نام پر لکھی تھی۔ اور یہ ناصر الدین علاؤ الدین محمد باطنی کے خبیث ترین کارندوں میں تھا۔ طوسی کی ایک منافقانہ حرکت یہ تھی کہ اس نے عباسی خلیفہ مستعصم کا قصیدہ بھی لکھا تھا اور اس کے باوجود بغداد کے اسلامی المیئے کے لئے ہلاکو کو اسی نے دعوت دی تھی۔ شیعہ حضرات اس رسواکن خیانت کو اور بدترین وحشت کو نصیر طوسی کے مفاخر میں شمار کرتے ہیں[1]

محمد بن شاکر احمد الکتبی (م ۷۶۴ھ) نصیر طوسی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"وہ ہلاکو کا بہت مقرب تھا اور اس کے مشوروں کو مانتا تھا۔ اسے مالی تصرف کا بھی اختیار رہتا"[2]

الکتبی موید الدین ابن العلقمی کے بارے میں لکھتا ہے۔

"دوادار (جو غالی سنی تھا) اور ابن العلقمی کے مابین کچھ اختلاف ہوا جس میں خلیفہ کے لڑکے نے دوادار کی حمایت کی جس سے ناراض ہو کر ابن العلقمی نے جیسا کہ مشہور ہے۔ اسلام اور بغداد کی تباہی کا منصوبہ بنایا۔ اور تاتاریوں سے مراسلت کی۔ اور ہلاکو کو بغداد پر قبضے کی دعوت دی۔ اور ہلاکو کے ساتھ ایسی سازش کی جس پر وہ بعد میں نادم ہوا۔ اور اکثر یہ مصرع پڑھتا تھا ع

وجری القضاء بعکس ما املتہ

کیونکہ رذیل تاتاریوں کے ہاتھ سے وہ طرح طرح سے ذلیل ہوا۔ اور غم و غصے میں مبتلا ہو کر دوسرے ہی سال ۶۵۷ھ میں مر گیا[3]

مورخ و مفسر ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

"کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کے قتل کے مشورہ دینے والوں میں وزیر ابن العلقمی اور نصیر طوسی بھی تھے۔ قلعہ الموت کی فتح کے بعد طوسی ہلاکو کے ساتھ رہتا تھا۔ اور ہلاکو نے اسے اپنا وزیر بنا لیا تھا ہلاکو کو خلیفہ کے قتل میں "تذبذب" تھا۔ مگر طوسی کے اشارہ پر لوگوں نے اسے گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ ابن العلقمی اس سے پہلے فوج میں کمی

---

[1] مختصر منہاج السنۃ ص ۲۰۔ دمشق ۱۳۷۴ھ [2] فوات الوفیات ۲/۱۸۶ (۱۲۸۳) [3] ایضاً ص ۱۸۹/۱۹۰

کرتا رہا۔ مستعصم کے آخری ایام میں ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ جسے اس نے دس ہزار تک پہنچا دیا۔ اور خلافت کی کمزوری بتا کر تاتاریوں کو حملے کی دعوت دی۔ وہ اس طرح سنت کا بالکل خاتمہ اور رفض و بدعت کو فروغ دینا اور کسی فاطمی کو خلیفہ بنانا اور علماء و مفتیوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔[1]

ابن کثیر کے قلم سے تباہی بغداد کی یہ دردناک تصویر ملاحظہ ہو۔

"ہلاکو خان نے اپنی کافر و فاجر اور ظالم فوج کے ذریعہ بغداد کے مشرقی و مغربی جانب سے محاصرہ کر لیا۔ بغداد کی فوجیں بہت کم اور کمزور تھیں جن کی تعداد دس ہزار تھی۔ یہی باقی فوج تھی جو ابن العلقمی کے غلط مشورہ کے نتیجے میں رہ گئی تھی۔ سب سے پہلے وہی اپنے اہل و احباب اور خدم و حشم کے ساتھ ہلاکو سے جا کر مل گیا۔ اور خلیفہ کو مشورہ دیا۔ کہ وہ بھی ہلاکو سے ملے تاکہ صلح ہو جائے۔ چنانچہ خلیفہ سات سو سواروں کے ساتھ (جن میں قضاۃ و فقہا اور امراء و اعیان بھی تھے) ہلاکو کے پاس گیا۔ ہلاکو نے اس سے بہت سے سوالات کئے۔ کہا جاتا ہے کہ خوف و امانت کے احساس سے خلیفہ صحیح جواب نہ دے سکا۔ اور بغداد واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ نصیر طوسی اور ابن العلقمی بھی تھے۔ جنہوں نے ہلاکو کو مشورہ دیا کہ وہ خلیفہ سے صلح نہ کرے۔ اس کے ساتھ انہوں نے خلیفہ کے قتل کا بھی مشورہ دیا۔ خلیفہ جب ہلاکو کے پاس آیا تو اس نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اور ان میں سے یہود و نصاریٰ اور تاتاریوں یا ابن العلقمی کی پناہ میں آنے والوں کے سوا کوئی نہیں بچا۔ کہا جاتا ہے کہ مقتولین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔"[2]

تباہی بغداد پر روافض کی خوشی | ایک شیعہ اہل قلم مرزا محمد باقر خونساری طوسی کے بارے میں لکھتا ہے۔

"ان کے بارے میں یہ مشہور و معروف ہے کہ وہ ایران میں سلطان محتشم ہلاکو خان (عظیم تاتاری و مغل سلطان) کے وزیر بنائے گئے۔ اور اس سلطان (مؤید من اللہ) کے ساتھ بغداد آئے۔ تاکہ خلق کی خبرگیری، ملک کی اصلاح کریں۔ اور سلطنت عباسیہ کا خاتمہ کر کے اور اس کے حامیوں کا قتل عام کر کے فساد کی جڑ کھود دیں اور ظلم کی آگ بجھا

---

[1] البدایہ والنہایہ ۱۳/ ۲۰۱ (مصر ۱۳۵۸ھ) [2] روضات الجنات ص ۵۷۸ بحوالہ مختصر منہاج السنہ ص ۳۲۶

دیں۔ چنانچہ ان کے گندے خون کو نہروں کی طرح بہایا جو دجلہ میں جاکر ملا۔ اور وہاں سے جہنم رسید ہوا"۔ [1]

خلافت عثمانیہ اور ایران | خلافت بغداد کو تباہ کرنے کے بعد روافض اور طاقت ور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۹۰۶ھ میں ایران پر صفویہ حکومت قائم ہو گئی۔ اور انہوں نے تشیع کو ایران کا سرکاری مذہب قرار دے مسلم دشمنی کی پالیسی اپنائی۔ اور اس عہد کی سب سے بڑی اسلامی طاقت (خلافت عثمانیہ) کے خ یورپی حکومتوں سے ساز باز شروع کی۔ جس کے جواب میں کئی صدیوں تک ایران سے آویزش جاری رہی۔ جو طاقت یورپ میں اسلامی فتوحات میں صرف ہوتی وہ ایران میں ضائع ہو کر رہ گئی۔ اور بالآخر خلافت عثما کمزور ہو کر ختم ہو گئی۔

مولانا اکبر شاہ خاں سلطان سلیم (۱۵۱۲ء/ ۱۵۲۰ء) کے بارے میں لکھتے ہیں۔

سلطان سلیم کو اپنے بھائیوں سے فارغ ہوتے ہی ایران کی سلطنت اور ایشیا ئے کوچک کے لوگوں سے الجھنا پڑا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سلطان سلیم اگر ایران کی سلطنت کے خلاف مستعدی کا اظہار نہ کرتا تو سلطنت عثمانیہ کے درہم برہم ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی ...... اگر اسماعیل صفوی سلطان سلیم کے ملک میں اپنی خفیہ سازشوں کا جال نہ پھیلاتا۔ اور سلطان عثمانی سے صلح و صفائی رکھنا ضروری نہ سمجھتا تو یقیناً سلیم یورپ کی طرف متوجہ ہوتا۔ اور اس طویل زمانے کی مہلت کو جو بایزید ثانی کے عہد حکومت میں عیسائی بادشاہوں کو حاصل رہی، ختم کرکے تمام یورپ کو فتح کرتا ہوا اندلس تک جا پہنچتا۔ لیکن اسماعیل صفوی نے سلیم کو یورپ والوں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا"۔ [2]

اپنے علاقوں کی واگذاری اور ایران کے مظلوم سنیوں کی دادرسی کے لئے سلطان سلیم کو شاہ اسماعیل صفوی سے وادی خالدران میں (جو تبریز سے بیس میل پر ہے) ۲۰ رجب ۹۲۰ھ/ ۲۳ راگست ۱۵۱۴ء کو فیصلہ کن جنگ کرنی پڑی۔ جس میں اس نے شاہ اسماعیل کو شکست فاش دی۔ اور کردستان، عراق اور ساحل خلیج فارس تک کے تمام صوبے فتح کرکے سلطنت عثمانیہ میں شامل کر دئے۔ اور اسماعیل صفوی

---

[1] روضات الجنات ص ۲۷۸، بحوالہ مختصر منہاج السنہ ص ۳۲۶۔ [2] ایضاً ۳/ ۴۲۹

کی قریباً آدھی سلطنت عثمانیہ سلطنت میں شامل ہوگئی۔

سلیمان اعظم قانونی (۹۲۶-۹۷۴ھ) کے عہد میں بھی صفویہ کی حرکتیں اس کی فتوحات یورپ میں
ں انداز ہوتی رہیں۔ اور اسے شاہ طہماسپ صفوی کے خلاف ۹۴۱ھ سے ۹۶۱ھ کے درمیان چار
ایران پر فوج کشی کرنی پڑی۔ اور اس طرح وہ اپنے یورپی حریفوں کی طرف متوجہ نہ ہوسکا۔ اور
یضہ جہاد کما حقہ، انجام نہیں دیا جاسکا۔

دربار عثمانی میں مامور آسٹریائی سفیر (BUSBCQUIVS) نے لکھا تھا۔

"ہمارے اور ہماری تباہی کے درمیان اہل ایران ہی صرف ایک روک ہیں، ترک ہمیں ضرور آدبائے، مگر ایرانی انہیں روکے ہوئے ہیں، ایرانیوں کے ساتھ ترکوں کی اس جنگ میں ہمیں صرف مہلت مل گئی ہے۔ مخلصی اور نجات نہیں حاصل ہوئی ہے"۔ [۱]

مراد ثالث (۹۸۲-۱۰۰۴ھ) کے عہد میں بھی ایران سے جنگ کا سلسلہ ۹۸۵ھ سے ۹۹۸ھ تک جاری رہا۔ اور پھر ایران سے صلح ہوگئی۔ صلح نامہ کی ایک دفعہ یہ بھی کہ آئندہ اہل ایران خلفائے ثلاثہ رضہ کے خلاف تبرا کہنے سے باز رہیں گے"۔ [۲]

سرجان مالکم (MALCOLM) سابق گورنر بمبئی اپنی "تاریخ ایران" میں لکھتا ہے:۔

"شاہ عباس کے عہد میں جو تدبیریں دو انگریزوں کی بدولت ظہور میں آئیں۔ پہلے ان کا خیال بھی نہیں تھا۔ یعنی دو انگریز جو شریف خاندان اور جنگی فن میں مشہور و معروف تھے۔ عباس کے دربار میں اتفاقاً وارد ہوئے اور وہ دونوں سر انتھونی شرلی صاحب (SHCRLEY) اور سر رابرٹ شرلی صاحب نامی آپس میں بھائی بھائی تھے۔ ان دونوں کے ذریعہ شاہ عباس کو ملکی اور جنگی تدبیروں میں بہت بڑی مدد پہنچی۔ (۹۹۵ھ) ایک نامہ شاہ عباس نے یورپ کے عیسائی بادشاہ کے نام لکھ کر سر انتھونی شرلی صاحب کے حوالہ کیا۔ وہ نہایت عجیب و غریب تھا۔ کبھی کسی بادشاہ نے اپنے ایلچی کو ایسا نامہ لکھ کر نہیں دیا۔ اس میں عباس کی جانب سے عیسائی بادشاہوں

---

[۱] دولت عثمانیہ ۱/ ۱۹۸، از ڈاکٹر محمد عزیز (اعظم گڑھ ۱۹۸۱ء) نیز کریزی کی تاریخ "ترکان عثمانی" (لندن ۱۸۷۷ء ۲/ ۱۷۱-۲) [۲] دولت عثمانیہ ۱/ ۲۴۱ از ڈاکٹر محمد عزیز۔

کے ساتھ راہ و رسم پیدا کرنے کی درخواست تھی (ص ۶۴۸)

سر انتھونی صاحب شاہنشاہ جرمنی کے دربار میں گئے۔ اور شاہنشاہ ممدوح اور
تمام بادشاہ ان کے ساتھ نہایت تواضع و تکریم سے پیش آئے۔ کیونکہ ایک خبر فرحت
اثر صاحب موصوف نے ایسی سنائی تھی۔ کہ اس سے زیادہ کوئی خبر یورپین بادشاہوں
کے حق میں اچھی نہ تھی۔ یعنی شاہ عباس ترکوں پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے جن سے یورپ
کے یہ تمام بادشاہ اس زمانہ میں خائف و ترساں تھے۔ چنانچہ شاہ عباس نے اپنے
ارادہ کے موافق قسطنطنیہ کے بادشاہ فوج کشی شروع کی[1]

نادر شاہ درانی | نادر شاہ درانی نے ایران، افغانستان، عراق اور ہندوستان میں جس توحش
و بربریت کا مظاہرہ کیا اور بے گناہ انسانوں کے خون سے جس طرح ہولی کھیلی۔ اس لئے اس کا نام ہی
چنگیز، ہلاکو اور تیمور جیسے غارت گروں کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اور ظلم و سفاکی میں ضرب المثل بن
چکا ہے۔

اس کی اس بربریت کے پیچھے بھی اس کی تخریبی ذہنیت اور عجمی عصبیت کارفرما تھی۔ اور اس
غارت گری و مردم کشی کے پس منظر اور عملی محرکات میں تشیع کا بھی خاصا دخل تھا۔ بہت سے فیصلہ کن
مرحلوں میں اس نے اپنے سنی حریفوں کو فریب میں رکھنے کے لئے "تقیہ" کا حربہ بھی استعمال کیا۔ اور اپنے
کو بعض موقعوں پر سنی بھی ظاہر کیا۔

اس نے عراق اور بغداد کے مسلمانوں کو جس طرح اپنے حملوں کا نشانہ بنایا اور عثمانی گورنر کو پریشان
اس کی چشم دید روئداد مشہور عراقی عالم و مورخ ابوالخیر زین الدین عبدالرحمن السویدی (م ۱۲۰۰ھ) نے
مرتب کی تھی۔ اور نادر شاہ سے ٹکر لینے والے دو عثمانی وزیروں حسن پاشا اور ان کے لڑکے احمد پاشا کے
حالات حدیقۃ الزوراء فی سیرۃ الوزراء کے نام سے لکھے تھے۔ ان سب کا مجموعہ علامہ عراق شیخ
بہجۃ الاثری نے ابھی حال ہی میں بغداد سے شائع کیا ہے جس میں علامہ سویدی لکھتے ہیں کہ

نادر شاہ عثمانی ترکوں سے لڑنے کے لئے ایک لشکر جرار کے ساتھ عراقی سرحدوں
میں داخل ہوا۔ اور ان میں بڑی تباہی مچائی۔ اور سات ماہ تک بغداد کا محاصرہ
کرتے رہا۔ مگر بغدادیوں اور عثمانی فوجوں کی شجاعت و استقامت کے سبب

---

[1] دولت عثمانیہ ۱/ ۲۴۱ از ڈاکٹر محمد عزیز

وہ اپنے ناپاک عزائم میں ناکام رہا۔ اور عثمانیوں نے اسے "العظیم" کے معرکہ میں فیصلہ کن شکست دی۔ اور وہ ہمدان کی جانب روانہ ہوگیا۔ جہاں وہ ۱۱۵۶ھ میں ٹھہرا رہا۔ پھر تقریباً نوے ہزار فوج کے ذریعے بصرہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور بیس دن تک بغداد کا محاصرہ کئے رہا۔ اور اس کے دیہاتوں کو لوٹتا رہا۔ پھر شہر زور۔ کرکوک۔ اور اربل کو پامال کرنے کے بعد دو لاکھ فوجوں کے ذریعے موصل کا چالیس روز تک محاصرہ کئے رہا۔ مگر وہاں ناکام رہ کر تیسری بار بغداد کا رخ کیا۔ مگر اسی اثنا میں بلوچ خاں نے آگے بڑھ کر اکثر ایرانی شہروں پر قبضہ کر لیا جس کے سبب نادر شاہ نے وزیر احمد پاشا سے صلح کی درخواست کی جسے اس نے قبول کر لیا۔ جس کے بعد وہ ایرانی سرحدوں میں لوٹ آیا اور اس کے اسلاف کی طرح، عراق کو ایرانی مملکت کا حصہ بنا لینے کی خواہش بھی پوری نہیں ہوئی اور بالآخر ۱۱۶۰ھ میں وہ مارا گیا۔[1]

ہندوستان میں ایرانی تورانی کش مکش اور نادر شاہ کا قتل عام

ہمایوں، عباس صفوی کے دربار سے تشیع سے متاثر ہو کر ہندوستان واپس آیا۔ اور ایرانی سپاہیوں کی مدد سے دوبارہ تخت دہلی پر قبضہ کیا۔ جس کی یہ بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ کہ ایرانی امراء کا اقتدار بڑھتا گیا اور اسی تناسب سے ترکی۔ افغانی اور مغل امراء بے اثر ہوتے گئے۔ اور بالآخر مغل سلاطین سید برادران حسن علی خان اور حسین علی خان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئے۔ اور سلطنت مغلیہ مفلوج اور بے اثر ہو کر رہ گئی۔ اور مغل سلطنت کو اتنا کمزور کر دیا کہ وہ پھر سنبھل نہ سکی۔ تاریخ اسلام اور تاریخ ہند کے مبصر اور ممتاز عالم مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس عہد کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"عالمگیر کے لڑکے بہادر شاہ کے انتقال کے بعد معز الدین جہاندار شاہ اور فرخ سیر میں جنگ ہوئی۔ اس معرکہ میں فرخ سیر کی کامیابی چونکہ بالکلیہ بارہ کے سیدوں میں سے دو بھائی حسین علی خاں اور حسن علی خاں کی رہین منت تھی۔ اس بنیاد پر فرخ سیر کے عہد میں حکومت پر انہی دو بھائیوں کا اقتدار قائم ہوگیا۔ اور ایسا اقتدار کہ بادشاہ بے چارہ "شاہ شطرنج" ہو کر رہ گیا۔ قدرۃً فرخ سیر کے لئے یہ صورت

---

[1] ذرائع العصبیۃ العنصریۃ فی اثارۃ الحروب۔ بہجۃ الاثری رمجمع علمی عراقی، بغداد ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) ص ۳۹

حال نا قابل برداشت بنتی چلی جا رہی تھی۔ سید بھائیوں اور فرخ سیر میں ان بن ہو گئی۔ اور اس مخالفت و معاندت نے بالآخر ان نتائج کو پیدا کیا جن کا خمیازہ آج تک ہندوستان کے مسلمان بھگت رہے ہیں۔ طباطبائی جو ہم مشنری کی وجہ سے بجائے فرخ سیر کے سید بھائیوں کے سخت ترین طرفداروں میں ہیں۔ ان کو بھی لکھنا پڑا کہ انہی فسادات سادات (۲/۴۰۷) نے آہستہ آہستہ ہندوستان کی ساری مملکت کا ساقط کر لیا۔ اور تیموری سلاطین کا اقتدار قطعی طور سے فنا کی آندھی کی نذر ہو گیا لیکن سچ یہ ہے اور واقعات اس کے مؤید ہیں کہ تورانیوں نے نادر شاہ کو اکسا کر بلایا گیا۔ اور بالفرض یہ سب بھی ہو جب بھی واقعہ ضرور پیش آیا۔ کہ ہمایوں نے ایرانی جرائیم کے لئے جو سوراخ پیدا کیا تھا نادر گردی نے اس سوراخ کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔

نادر سے ہندوستانیوں نے شکست کھائی اور ایسی شکست کھائی جس کی نظیر کم از کم ہندی مسلمانوں کی آنکھوں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ شاہ عبدالعزیز کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ نادر گردی کی دہشت اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ پرانی دلی کے شرفاء آگ میں پھاندنے کی تیاریاں کر چکے تھے۔" [1]

سید فرید ہاشمی دہلی میں نادر شاہ کے قتل عام کے بارے میں لکھتے ہیں :-

" یہ ظالمانہ قتل جس میں مرد و زن جوان و پیر، تندرست و بیمار، بچہ و معصوم کسی رعایت نہیں کی گئی۔ کامل دوپہر یعنی ۸، ۹ گھنٹے تک جاری رہا۔ اور اس میں کام آنے والوں کا کم از کم اندازہ تیس ہزار نفوس سے کیا گیا ہے۔ (یہ خود نادر شاہ کے ملازم مرزا مہدی مؤلف نادر نامہ کا اندازہ ہے۔ بعض مصنفین نے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ بتائی ہے) پھر شہر کے ہر مکان کی تلاشی لی گئی اور جو کچھ زر نقد، زیورات یا قیمتی ساز و سامان ملا۔ سب ایرانیوں نے لوٹ لیا۔ ساز و سامان کے علاوہ کم سے کم روپیہ نقد تھا،" [2]

تاریخ ایران کے ایک مبصر پروفیسر براؤن (E.G. BRAWN) لکھتے ہیں۔

---

[1] الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۱۵۹-۱۶۸ (بریلی ۱۹۴۱ء) [2] تاریخ ہند ص ۲۷۱ حیدر آباد ۱۹۲۱ء

"چند روز بعد شہر میں بلوہ ہوا جس میں نادر کے کچھ سپاہی مارے گئے اور
اس نے ان کا انتقام لینے کے لئے دہلی کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دے دیا جو
۸ بجے صبح سے ۳ بجے سہ پہر تک جاری رہا جس میں ایک لاکھ دس ہزار آدمی مارے
گئے HOONWOY اپنی REVOLUTION OF PERSIA جلد دوم میں کہتا ہے
کہ ہندوستان کو سب ملا کر ۱۲ کروڑ پونڈ کا مالی نقصان ہوا اور دو لاکھ جانیں ضائع ہوئیں"[1]
نادر گردی کی وحشت ناکی و المناکی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دہلی کے امیر میر قمرالدین
منت نہایت عاجزی کے ساتھ نادر کے پاس گئے۔ اور قتل عام روکنے کی درخواست کرتے ہوئے یہ
شعر پڑھا ؂

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را باز کشی

خود محمد شاہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے کرب کے ساتھ یہ مصرع پڑھتا تھا ع

شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت

نادر کے بعد قاچاری دور میں جس طرح اہلسنت پر مظالم ہوتے۔ اور پھر پہلوی دور میں رضا شاہ
کو جس طرح بڑی طاقتوں نے عالم عربی کے خلاف مسلح کیا اور اسے خلیج اور مشرق وسطی کا پولیس مین بنانے
کی کوشش کی وہ حال کی تاریخ ہے اور پھر خمینی صاحب نے ۱۹۷۹ء میں اقتدار میں آ کر شاہی استبداد
کی جگہ دینی و مذہبی تشدد اور استبداد قائم کر دیا (اگرچہ دین کے معاملے میں ظلم و تشدد کسی مذہب میں
جائز نہیں) اور ایران میں اسلامی نظام و استحکام قائم کرنے کے بجائے ۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کو عراق کے ساتھ جنگ
چھیڑ کر جنگ جوئی اور مردم کشی کی ایک المناک روایت قائم کر دی اور اس طرح اسلام دشمنی و مسلم کشی
کی صدیوں پرانی تاریخ کو ایک بار پھر زندہ کر دکھایا۔ اور اسرائیل اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں سے
فوجی مدد لے کر بھی باطنیہ و قرامطہ کی روش کو تازہ کر دیا۔ خمینی صاحب نے اسلام کے نام پر ایران کے سینوں
اور کردوں پر مظالم توڑ کر عالم عربی کے ساتھ معاندانہ رویہ اپنا کر کس اسلام کی یا انسانی مقاصد کی خدمت
انجام دی ہے۔ یہ ان کے اور ان کے ہم مذہبوں اور فریب خوردہ حمایتیوں کے لئے ایک لمحۂ فکریہ اور
سوالیہ نشان ہے۔ عالم عربی اور عالم اسلامی سے ایران کو الگ کر کے اسرائیل اور اسلام دشمن طاقتوں سے
افسوسناک اور شرمناک اتحاد کو دیکھتے ہوئے اور ان کے ضمیر سے اپیل کرتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ع

بہ ہیں کہ از کہ گسستی و با کہ پیوستی

---

[1] تاریخ ادبیات ایران ص ۲۱۷۔ دہلی ۱۹۳۹ء۔

قسط ششم

مولانا مدراللہ صاحب مدرار نقشبندی
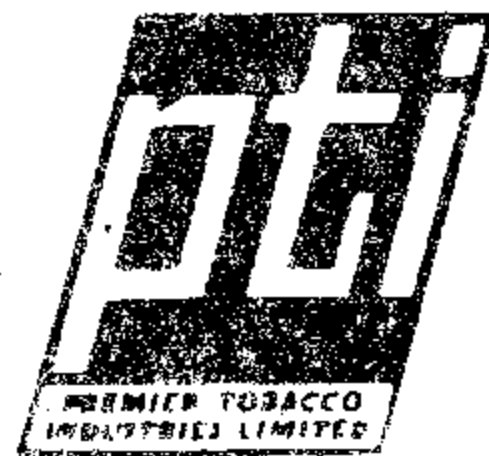
پرویز منکرِ حدیث ہے یا منکرِ قرآن؟

ایک تنقیدی جائزہ

قرآن کا معاشی نظام اور کمیونزم

قرآن جس طرح اشتراکیت کو مسترد اور مذموم قرار دیتا ہے اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام کا بھی سخت
الف ہے۔ اور ان دونوں انتہاؤں کے درمیان ایک ایسا مخلصانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام پیش کرتا ہے
معاشرے کے تمام طبقات کے درمیان عدل و انصاف، باہمی نظم اور الفت و محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

بہر حال زمین سے انسان کے دو اہم مقاصد وابستہ ہیں۔ زراعت اور سکونت، اگر زراعت نہ ہو تو
ان غذائی ضروریات کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح رہنے کے لئے مکان نہ ہو تو بھی انسان کے لئے
گی وبال جان بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اترنے کا حکم ہوا تو انہیں
دیا گیا کہ

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (بقرہ ۳٦)
یعنی تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع ایک وقت تک۔

ظاہر ہے کہ زمین میں ٹھکانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے سکونت کا کام لیا جائے۔ اور نفع اٹھانے
مطلب یہ ہے کہ اس کی غذائی ضرورتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تو گویا جب سے انسان نے زمین پر قدم رکھا
زمین سے متعلق اس کو ان دونوں ضرورتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ زراعت اور سکونت اور انسان نے زمین کو ان
دل ضرورتوں کے لئے استعمال کیا۔ یہاں سے زمین کی شخصی ملکیت کا آغاز ہوا۔ قرآن حکیم انسان کی ان دونوں ضرورتوں
سلیم کرتا ہے۔ اور اسے یہ حق دیتا ہے کہ وہ ان دونوں ضرورتوں کے لئے زمین کو اپنے شخصی قبضہ اور تصرف میں
ے۔ اور اس پر اپنا مالکانہ قبضہ جمائے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔
كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (انعام رکوع ۱۷)

ترجمہ ۔ اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب کہ وہ پھل لائے۔ اور اس کی فصل کٹنے کے دن اس کا یعنی
خدا کا حق ادا کرو۔
ظاہر ہے کہ اگر زمین اجتماعی ملکیت ہو تو نہ عشر و زکوٰۃ دینے کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ لینے کا۔ یہ حکم صرف
اس بنیاد پر دیا جا سکتا تھا جب کہ کچھ لوگ زمین کے مالک ہوں اور وہ اس کی پیداوار میں سے خدا کا حق نکالیں اور
کچھ دوسرے لوگ زمین کے مالک نہ ہوں اور ان کو پیداوار کا وہ حصہ دیا جائے جو خدا کے لئے نکالا گیا ہو۔ قرآن کے
اس حکم سے زمین کی شخصی اور انفرادی ملکیت کا واضح ثبوت فراہم ہو جاتا ہے۔
اس ضمن میں ایک دوسری آیت بھی ملاحظہ ہو۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ (بقرہ ۳۶)

ترجمہ۔ اے ایمان والو خرچ کرو اپنی کمائیوں سے اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین
سے نکالی ہیں۔
یہاں زمین کی پیداوار میں سے خرچ کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے مراد زکوٰۃ و صدقہ ہی ہے اس حکم کی
بجا آوری وہی شخص کرے گا جو پیداوار کا مالک ہو گا اور انہی لوگوں پر خرچ کیا جائے گا جو صاحب مال و جائیداد
نہیں ہیں۔
رہی دوسری ضرورت یعنی رہنے کے لئے مکان کی ضرورت تو اس کے متعلق فرمایا۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰٓی اَھْلِھَا فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْھَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ (النور ۴۰)
ترجمہ۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ پوچھ نہ لو اور
جب داخل ہو تو اس گھر والوں کو سلام کرو۔ اور اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ تاوقتیکہ تم کو
ایسا کرنے کی اجازت نہ دی گئی ہو۔
اس مضمون کی ایک دوسری آیت میں فرمایا۔
وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا (نحل ۸۰)
اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی۔
ان آیتوں میں بیوت کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بیت کی جمع ہے۔ لغت میں بیت اسے کہتے ہیں جس میں رات
گذاری جا سکے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے۔

وکل ما سترك من جهات الاربع فهو جدار فاذا انتظمت واتّصلت فهو بيت

اور جو چیز چاروں طرف سے تمہارا پردہ کرے وہ دیواریں ہیں۔ اور جب یہ سب چیزیں جمع ہو جائیں تو وہ بیت یعنی گھر ہے۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن سکونت کے لئے بھی زمین کے شخصی قبضہ و ملکیت کی توثیق کرتا ہے اور ایک مالک کے اس حق کا استقرار کرتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اجازت کے بغیر اس کی حدود میں قدم نہ رکھے۔

اس ضمن میں تین احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

(۱) من عمر ارضا ليست لاحد فهو احق بها قال عروة وقضى به عمر في خلافته۔ (بخاری، نسائی)

جس شخص نے کسی ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی دوسرے کی ملکیت نہ ہو تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں عمل درآمد کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا

(۲) من احيىٰ ارضا ميتة فهي له (ترمذی احمد)

جس کسی نے مردہ زمین کو آباد کیا (جب کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو) تو وہ اسی کی ہے۔

حضرت اسمر بن مضرسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا:۔

(۳) من سبق الى ماء لم يسبقه اليه مسلم فهو له (ابو داؤد)

جو شخص کسی ایسے کنوئیں کو پالے جس پر پہلے سے کوئی مسلمان قابض نہ ہو۔ تو وہ کنواں اسی کا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ زمین کا ایسا ٹکڑا جو بیکار پڑا ہوا ہو اور وہ کسی کی ملکیت نہ ہو اور دوسرے شخص نے محنت کر کے اس کو آباد کیا اور قابل زراعت بنایا تو شارع علیہ السلام نے آباد کار کو یہ حق دیا ہے کہ وہی اس کا مالک ہے اور وہ زمین اس شخص کی ملکیت ہی میں رہے گی۔ اور کسی فرد یا نظام کو یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ آباد کار کی اس شخصی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ جمائے۔ یہی حکم اس غیر مملوک کنوئیں کا بھی ہے جس کو کسی مسلمان نے اپنے قبضہ اور تصرف میں لے آیا۔

قرآن وحدیث کی ان تصریحات سے پرویز کی ان خرافات کا رد بخوبی ثابت ہو گیا جن میں وہ کہتا ہے کہ زمین اور مکان کی شخصی ملکیت جائز نہیں :۔

رزق بغیر حساب | ۴۸۔ (واللہ یرزق من یشآء بغیر حساب) اس کے معنی یہ نہیں کہ اس کے لئے خدا کے ہاں بھی کوئی قاعدہ اور قانون مقرر نہیں۔ وہاں تو ہر بات کا فیصلہ قاعدے اور قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ اگر رزق کا حصول اور تقسیم قوانین خداوندی کے مطابق ہو تو اس سے رزق کی فراوانی اس قدر ہوتی ہے جو تمہارے گمان میں بھی نہ ہو۔ وہ تمہارے حساب کتاب، تمہاری توقعات سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا تجربہ ہم خود اپنے ہاں کر چکے ہیں۔ ہمارے ہاں زراعت قدیم طریقوں کے مطابق ہوتی چلی آتی تھی جس سے ایک ایکڑ زمین میں زیادہ سے زیادہ بیس پچیس من گیہوں پیدا ہوتا تھا۔ ہم نے زراعت کے جدید طریقے اختیار کئے۔ کھیتی کے لئے مشینیں منگائیں۔ میکسی پاک گیہوں کا بیج منگایا۔ سائنٹیفک طریق سے تیار کردہ مصنوعی کھاد ڈالی گئی اور قانون کے مطابق آب پاشی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمین سے جس سے کبھی بیس پچیس من فی ایکڑ فصل پیدا ہوتی تھی ڈیڑھ ڈیڑھ سو من فی ایکڑ کے حساب سے گیہوں پیدا ہو گیا۔ (کتاب التقدیر ص ۲۹۱)

اس عبارت میں "رزق بغیر حساب" والی آیت کی جو تاویل کی گئی ہے وہ من گھڑت ہونے کے علاوہ مضحکہ خیز بھی ہے۔ پرویز کہتا ہے کہ موجودہ آلات اور کھاد کے استعمال سے رزق میں جو فراوانی ہوتی ہے وہی "رزق بغیر حساب" کا مصداق ہے۔ جب کہ اس کے برعکس آیت کا مطلب یہ ہے کہ :۔

"اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس کو بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔"

جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اور اس میں انسان بسنے لگے ہیں اور مشینی آلات کے ذریعے زرعی ترقی نہیں ہوئی تھی تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی بعض انسانوں کو رزق فراوانی سے نوازتا تھا۔ اور بعض کو نپی تلی روزی دیتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ صرف رزق میں فراوانی عطا فرمائی بلکہ ایک بے مثال سلطنت اور عظیم مملکت سے بھی نوازا تھا۔ جس میں دیگر ضروریات مملکت کے علاوہ فراوانی رزق کے بے شمار ذرائع و وسائل مہیا تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بے حساب رزق دینے کے لئے مشینی آلات کا پابند نہیں یہ سب اس کی مشیت پر موقوف ہوتا ہے۔ اس کی مشیت کا اقتضا ہو جائے۔ تو لوگوں کو ہر زمانے کے مطابق آلات و وسائل کی راہ نمائی ہوتی ہے۔ انسان صرف کسب اور عمل کرتا ہے مخفی طریق سے رہنمائی اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ لیکن بصیرت ایزدی سے محروم انسان اس کو اپنی ذہنی صلاحیتوں اور کمال کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور پردۂ غیب سے اس کو مخفی طریق سے جو رہنمائی ملتی ہے۔ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور یہی

حانی آنکھ کی بے بصیرتی ہے۔ جس کے سبب اس کو مادہ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور وہ غیب کے حقائق سمجھنے سے محروم ہوتا ہے۔

بہر حال جب مشینی آلات نہ تھے تو کیا خدا تعالیٰ کسی کو رزق بغیر حساب دینے پر قادر نہ تھا۔ یہ منفی عقیدہ بجز پرویز جیسے مادہ پرست اور ملحد فلسفی کے کسی اور مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم کی ایک اور آیت میں "رزق بغیر حساب" کی حقیقت کو خوب اجاگر کیا گیا ہے۔

چنانچہ فرمایا:- وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (طلاق ۲)

جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مشکل و مصیبت سے نجات کا راستہ نکال دیں گے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس آیت میں لفظ تقوٰی آیا ہے جس کی برکتیں بیان فرمائی ہیں:-

اول۔ یہ کہ تقوٰی اختیار کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ بچنے کا راستہ نکال دیتے ہیں۔ لیکن کس چیز سے بچنا ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ دنیا کی مشکلات و مصائب کے لئے بھی اور آخرت کی سب مشکلات و مصائب کے لئے بھی۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی یعنی گناہوں سے بچنے والے آدمی کے لئے دنیا و آخرت کی ہر مشکل و مصیبت سے نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔ اور دوسری برکت یہ ہے کہ

"اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتے ہیں جہاں اس کو خیال و گمان بھی نہیں ہوتا"

بہر حال رزق بغیر حساب والی آیت کی تاویل مشینی آلات سے کرنا پرویز ہی کا کام ہے جس نے اپنے آپ کو قرآن و حدیث دونوں کی قیود و حدود سے آزاد کر دیا ہے اور اشتراکیت کے فلسفے پر ایمان اور یقین رکھتا ہے۔

قرآن کی آیات وراثت سے انکار | ۴۹۔الف۔ اسے (زمین) تمام ضرورت مندوں کے لئے یکساں طور پر کھلا رہنا چاہیئے۔ یہ اس کے مالک کہلاتے ہیں۔ ان کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ کسی زمانے کے غلط نظام میں کسی نے زمین کے رقبوں پر لکیریں کھینچ کر کہہ دیا کہ میری ملکیت ہیں۔ اس کے بعد اس کی وہ ملکیت یا وراثت آگے منتقل ہوتی چلی آئی۔ اور یا اس نے اسے اوروں کے ہاتھ بیچ دیا۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کی ملکیت ابتداءً ہی باطل تھی وہ وراثت یا بیع و شراء سے کس طرح حق و جائز قرار پائے گی۔ قرآنی نظام میں زمین کسی کی ملکیت میں نہیں رہتی۔ (کتاب التقدیر ص ۲۴۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پرویز کو خرید و فروخت کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے زمین کی ذاتی ملکیت سے تو انکار ہی ہے۔ خود قرآن کے بتلائے ہوئے نظامِ وراثت کی تسلیم سے بھی اس کو صاف انکار ہے۔ اور کہتا ہے کہ وراثت کے ذریعے بھی زمین وارثوں کی ذاتی ملکیت میں منتقل نہیں ہو سکتی اور وہ وراثت کو باطل قرار دیتا ہے جب کہ قرآن میں وراثت کے بارے میں ایک سالم رکوع موجود ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء میں پوری تفصیل کے ساتھ نظامِ وراثت و وصیت کا بیان کیا گیا ہے جس میں متوفی کی متروکہ منقولہ و غیر منقولہ دولت و جائیداد اس کے بیٹوں، بیٹیوں، بیوی، ماں باپ، بھائی بہن اور بعض حالتوں میں اس کے کئی دوسرے وارثوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ آیاتِ مواریث میں مِمَّا تَرَكَ اور مِمَّا تَرَكْتُمْ کے قسم کے الفاظ آئے ہیں جس کا لغتِ عرب کی رو سے ترکہ کا عموم مراد ہے۔ یعنی متوفی جس قسم کی جائیداد بھی چھوڑے خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ مثلاً روپیہ، چاندی اور سونا وغیرہ مال متاع یا زمین مکان وغیرہ۔ یہ سب جائیداد اس کے وارثوں میں قرآن کے بتائے ہوئے حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اسی لئے قرآن نے مرنے والے کو وصیت کا حق بھی دیا ہے وصیت کے ذریعے وہ اپنی متروکہ دولت کا ایک تہائی ۱/۳ حصہ غیر وارثوں کو بھی دے سکتا ہے یا وہ چاہے تو مسجد و مدرسہ کی تعمیر وغیرہ امورِ خیر میں صرف کرنے کی وصیت کر سکتا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ قرآن ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ صرف ولدِ اکبر جدّی جائیداد کا وارث ہو اور باقی اولاد کو محروم کر دیا جائے۔ جیسا کہ یورپ اور بعض قوموں میں یہی دستور رائج ہے۔ اور قرآن یہ بھی اجازت نہیں دیتا کہ صرف بیٹوں کو وراثت میں حصہ ملے اور بیٹیوں کو محروم کر دیا جائے۔ قرآن کے نظامِ وراثت کا فلسفہ یہ ہے کہ مرنے والے کی دولت و جائیداد سے اولاد اور خویش و اقارب کے ساتھ معاشرے کے دوسرے افراد بھی فائدہ اٹھائیں اور دولت کے اکتناز کی بجائے وہ برابر گردش کرتی رہے۔

لیکن پرویز قرآن کے نصوصِ وراثت کو رد کرتا ہے اور برملا کہتا ہے کہ قرآنی نظام میں وراثت کے ذریعے بھی زمین کسی کی ذاتی ملکیت میں نہیں آ سکتی۔ اور یہ طرزِ عمل اس نے اس لئے اختیار کیا ہوا ہے کہ اس کو اشتراکیت کے مقابلے میں قرآن کی حکمت نظر نہیں آتی ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

یہاں ہم قرآن سے اجتماعی وراثت کا ثبوت بھی پیش کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ
زمینوں، مکانوں اور مال و دولت کو مسلمانوں کی وراثت میں دے دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا
ث قرار دیا گیا، یہ حقیقت اس آیت کریمہ سے واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ (احزاب ۲۷)

"اور تم کو دلائی ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے اموال"

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک معاہدہ ہوا
جس پر مسلمان اور بنو قریظہ ایک دوسرے سے بے فکر تھے۔ لیکن غزوۂ احزاب کے موقع پر یہود نے
عہد شکنی کی۔ اور حملہ آور مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی امداد کی۔ اور مسلمانوں کے
خلاف لڑے۔ غزوۂ احزاب میں کامیابی کے بعد باذن خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو ان
غداری کی سزا دینے کے لئے ان پر فوج کشی کی۔ لیکن جنگ کے بغیر انہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ قصہ
مختصر یہ کہ ان میں جنگ جو نوجوان قتل کر دئے گئے۔ اور ان کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو امن و حفاظت
کے ساتھ جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اور بعض اسلام لائے۔

غرض اسلام لانے والوں کے علاوہ باقی تمام بنو قریظہ کی اراضی، مکانات اور اموال پر مسلمان قابض
ہو گئے۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس کارروائی کو اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا۔

"اور اللہ نے تم کو دلائی ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے اموال"

اس آیت میں پوری طرح یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ بنی قریظہ کی زمینیں مسلمانوں کی ذاتی ملکیت
میں دے دی گئیں۔ اور مسلمانوں کی ذاتی ملکیت کے ذریعے ان کے اموال و مکانات اور ان کی زمینوں
پر قابض اور متصرف ہو گئے۔ زمین کی ذاتی ملکیت کے بارے میں مذکورہ آیت کریمہ ایک واضح ترین دلیل ہے
لیکن پرویز اپنے اشتراکی اور طاغوتی عقیدے کی بنیاد پر مذکورہ آیت کو اور قرآن کے بتائے ہوئے نظام
وراثت کو رد کرتا ہے۔ اور ان کی تکذیب اور انکار کا مرتکب ہے۔

ہم ضمناً یہ واضح کرتے ہیں کہ اشتراکیت کے مقابلے میں اسلام کا نظام وراثت اور نظام زکوٰۃ و صدقات
ایسے فطری اور مصلحانہ ذرائع ہیں جن کی بدولت معاشرے کی اونچ نیچ کو بتدریج ختم کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی
نظام وراثت ہی کو دیکھئے کہ وہ کس طرح معاشرے کے افراد میں امن و خوبی کے ساتھ دولت تقسیم کرتا ہے
مثلاً ایک شخص چھیانوے ہزار جریب زمین اور چھیانوے ہزار روپے کا مالک ہے جب وہ مر جاتا ہے
تو وہ اپنے پیچھے ایک بیوی، ماں باپ اور ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑتا ہے تو قرآنی نظام وراثت کی رو سے

اس کا تمام ترکہ اس کے مذکورہ وارثوں پر اس طرح تقسیم ہو گا۔

بیوی کو ترکہ میں ⅛ حصہ اور ماں باپ میں سے ہر ایک کو ⅙ حصہ ملتا ہے۔ اور باقی ماندہ بیٹے اور بیٹی کا حق ہے۔ جب کہ بیٹے کو بیٹی کے مقابلہ میں دو چند ملتا ہے۔ یعنی ایک بیٹا دو بیٹیوں کے برابر ہے چنانچہ قرآن کے بتائے ہوئے حصص کے مطابق مذکورہ وارثوں پر متوفی کا کل ترکہ از قسم جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل نقشہ وراثت کے مطابق تقسیم ہو گا۔

متوفی					۹۶
بیوی	ماں	باپ	بیٹا	بیٹی	بیٹی
۱۲	۱۶	۱۶	۲۶	۱۳	۱۳

یعنی متوفی کے چھیانوے ہزار جریب زمین اور ۹۶ ہزار روپے کو مذکورہ وارثوں پر اس طرح تقسیم کیا گیا کہ نقد و اراضی دونوں میں سے ہر ایک میں بیوی کو ۱۲ حصے ملے۔ باپ کو ۱۶۔ ماں کو ۱۶۔ بیٹے کو ۲۶ اور بیٹیوں کو ۲۶ حصے ملے۔ جن میں سے ہر ایک کو بحصہ برابر ۱۳، ۱۳ حصے ملے۔

یہ ہے قرآن کا نظام وراثت جو ایک فرد کی جائیداد اور سرمایہ کو معاشرہ کے افراد میں فطری اصول کے مطابق بتدریج تقسیم کرتا ہے۔ اس کے برعکس اشتراکیت افراد کی نجی جائیدادوں اور اموال کو ان سے بالجبر اور قتل و غارت کے ذریعے چھین لیتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اشتراکیت کی نظر میں نہ انسانیت کا کوئی احترام ہے اور نہ انسانی خون کی کوئی قدر ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ پرویز کو قرآن کے نظام معاش اور نظام وراثت سے چڑ ہے اور اشتراکیت کو نظام ربوبیت کا حسین نام دے کر اس کا دل و جان سے پیروکار اور پرستار ہے۔

زمین پر لکیریں کھینچنے سے اس کی ملکیت حاصل نہیں ہو سکتی

پرویز کی زیر بحث مذکورہ عبارت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ :۔
" کسی زمانے میں کسی نے زمین کے رقبوں پر لکیریں کھینچ کر کہہ دیا کہ میری ملکیت ہے تو یہ باطل ہے ۔"

اس کا جواب ان حدیثوں میں موجود ہے جو ہم نے متذکرہ بحث کے دوران پیش کی ہیں۔ اب اس ضمن میں دو حدیثیں اور بھی ملاحظہ ہوں :۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۔ من احاط حائطا علی ارض جس نے کسی افتادہ غیر مملوکہ زمین پر احاطہ

فهي له (ابوداؤد) کھینچ لیا وہ اسی کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی ایسے قطعۂ زمین پر جو کسی کی مملوکہ اور مقبوضہ نہ ہو اور کسی نے جاکر اس
ہ زمین پر دیواریں کھینچ لیں اور اسے اپنے تصرف میں لایا تو اب یہ زمین اس کی ذاتی ملکیت سمجھی جائے
ور کسی فرد یا حکومت کو حق حاصل نہ ہوگا۔ کہ اس پر کسی قسم کا تعرض کرے۔

حضرت عروہ بن زبیر تابعیؒ کہتے ہیں کہ

اشهد ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قضى ان الارض "ارض الله"
والعباد عباد الله ومن احيى
مواتا فهو احق بها جاءنا
بهذا عن النبي صلى الله
عليه وسلم الذين جاءوا
بالصلوات عنه
(ابوداؤد)

میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ زمین خدا کی ہے
اور بندے بھی خدا کے ہیں جو شخص کسی مردہ
زمین کو زندہ کرے وہی اس زمین کا زیادہ
حقدار ہے۔ یہ قانون ہم تک نبی علیہ السلام
سے انہی بزرگوں کے ذریعے پہنچا جن کے
ذریعے ہمیں پنج وقتہ نمازیں پہنچی ہیں۔
(یعنی صحابہ کرام)

اس حدیث سے بھی حدیث بالا کی تائید ہوتی ہے۔ اس میں یہ نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ زمین اللہ کی ہے
بندے بھی اللہ کے ہیں تو قانونی طور پر جو زمینیں بندوں کے قبضے اور ملکیت میں ہیں۔ ان پر کسی فرد یا
مت کو تعرض کو حق نہ ہوگا کیونکہ زمین خدا کی ہے اور بندے بھی خدا کے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے
خدا کے جن بندوں نے خدا کی زمین کو جب کہ وہ مردہ یعنی بیکار پڑی تھی۔ اور کسی کی مملوکہ بھی نہیں تھی
د کیا۔ اور اپنے قبضے میں لایا تو خدا کے یہی آباد کار بندے خدا کی اس غیر آباد زمین کی ملکیت کے
دہ حق دار ہیں۔ اور یہی فطرت اور اصول انصاف کا تقاضا ہے۔ اور انہی اصول پر عہد رسالت
اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک تمام اہلِ اسلام کا عمل چلا آرہا ہے۔ اسی طرح اس زمین کی خرید و
خت بھی ہو سکتی ہے۔ اور وراثت کے ذریعے منتقل بھی ہو سکتی ہے۔

جن زمینوں اور مکانات وغیرہ پر قابضین کا قبضہ اور تصرف عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے ان کی
یت کے متعلق محدثین اور فقہاء اسلام اس امر پر متفق ہیں کہ کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان کی
یت سے تعرض کرے۔ چنانچہ ساتویں صدی ہجری میں مصر کے سلطان ظاہر بیبرس نے ایک مرتبہ ارادہ کیا
الکانِ اراضی سے ان کی ملکیت کی سند و شہادت کا مطالبہ کریں۔ جو سند پیش نہ کرسکے اس سے زمین

ے کر بیت المال کے نام منتقل کریں۔ اور بہانہ ان کا یہی تھا کہ یہ زمینیں اپنی اصل سے بیت المال کی ہیں اور وقف علی المسلمین ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے مشہور محدث اور شارح مسلم شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی سخت مخالفت کی۔ اور حکمران مصر کو بتایا کہ ان کا ارادہ بالکل خلاف شرع اور جہل و عناد ہے۔ علمائے اسلام میں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ بلکہ جو چیز جس کے قبضہ میں زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے اسی کی ملک سمجھی جائے گی۔ اور کسی کو بدون شہادت شرعیہ کے اس پر اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ اور سے شہادت و سند کا مطالبہ کرنے کا بھی حق نہیں۔

امام نووی سلطان ظاہر بیبرس کو برابر سمجھاتے رہے یہاں تک کہ وہ اس ارادہ سے باز آگئے۔

(بحوالہ رد المحتار ج ۳ باب العشر والخراج ص ۱۵)

یہی وجہ ہے کہ جب کسی بادشاہ اسلام نے مصر و شام کی زمینوں کو اصحاب الاملاک کے قبضہ سے ز کا ارادہ کیا تو ہر زمانہ میں اس وقت کے فقہاء و محدثین نے اتفاق و اجماع کے ساتھ اس کی مخالفت کی۔ کو اپنے ارادے سے باز آنا پڑا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلے پر محققانہ بحث کی ہے جن کی عبارت کا آخری ٹکڑا غور و فکر کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

فان من بیدہ شئ لم یعرف من انتقل الیہ منہ یبقی فی یدہ ولا یکلف ببینۃ ثم قال من وجد نافی یدہ او ملکہ منہا فیحتمل انہ احیٰی او وصل الیہ وصولاً صحیحاً

رد المحتار ج ۳ ص ۳۵۵

جس شخص کے قبضے میں کوئی چیز ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے پاس کہاں سے آئی۔ وہ اس کے قبضے میں رکھی جائے گی اور وہ اس کا ذمہ دار نہیں کہ اس کا ثبوت پیش کرے کہ یہ چیز میرے پاس فلاں شخص یا فلاں جگہ سے آئی ہے۔ کیونکہ جس شخص کے قبضے میں ہم کوئی زمین یا مکان پاتے ہیں اس میں احتمال واضح ہے کہ اس کے پاس کسی جائز طریقے سے آیا ہے۔

علامہ شامی کی اس تحقیق سے بھی ثابت ہوا کہ مالکان اراضی و مکانات سے بغیر کسی شرعی وجہ ملکیت کی سند و شہادت پیش کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ اور نہ اس ضمن میں ان کو کسی قسم کی تکلیف جائے گی۔ اور زمین و مکانات پر ان کے شخصی قبضے اور ملکیت کی توثیق کی جائے گی۔ اور ان کے امر

ستفسار کیا جائے گا۔

یہاں واضح رہے کہ فقہائے کرام کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر کسی شخص کے قبضے میں کوئی زمین یا مکان ہو اس پر مالکانہ تصرف کر رہا ہو اور چھتیس سال کے بعد کسی شخص نے عدالت میں دعوٰی دائر کر دیا کہ یہ زمین مکان میری ملکیت ہیں تو اس کا دعوٰی قابل سماعت نہ ہوگا۔ اور مسترد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ چھتیس سال کی لمبی مدت تک مدعی کا ترک دعوٰی اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس کا دعوٰی حقیقت پر مبنی نہیں سوائے ان وجوہ کے اگر وہ موجود ہوں تو قابل سماعت ہوگا۔ وہ تین وجوہ یہ ہیں۔

اول یہ کہ وہ نابالغ تھا اور بلوغ کے بعد اس نے دعوٰی دائر کیا۔

دوم یہ کہ وہ مجنون تھا اور جنون سے صحت پانے کے بعد دعوٰی کیا۔

سوم یہ کہ مدعی اس لمبی مدت غائب رہا ہو اور حاضر ہونے پر دعوٰی دائر کیا۔

فقہا کی عبارت یہ ہے۔

لا تسمع الدعوی بعد ست وثلاثین سنة الا ان یکون غائبا او صبیا او مجنونا ولیس له ولی (بحوالہ رد المختار ج۴ ص۳)	چھتیس سال کے بعد دعوٰی نہ سنا جائے گا مگر یہ کہ مدعی غائب ہو یا نابالغ ہو یا مجنون ہو اور اس کا سرپرست نہ ہو۔

قرآن و حدیث اور فقہ کی مذکورہ تصریحات سے زمین و مکانات کی شخصی ملکیت کے بارے میں پرویز کے ظریات و عقائد کا بطلان بخوبی ثابت ہوا۔ وہ کٹر مادہ پرست۔ کمیونسٹ اور اباحی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآنی آیات کو یا تو بالکل رد کر دیتا ہے یا ان کی من مانی اور بیہودہ تاویلات کرکے ان کے معانی اور مفہومات میں شدید تحریفات کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اور اسی طرح وہ شرعی محرمات کو حلال اور مباح قرار دیتا ہے۔ وہ نظام ربوبیت کے پُر فریب نام سے مسلمانوں کو اشتراکیت کی طرف بلا رہا ہے۔ جب کہ اس کی یہ دعوت خونی انقلاب کے ہولناک اور تباہ کن مضمرات کی حامل ہے۔ جن کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(جاری ہے)
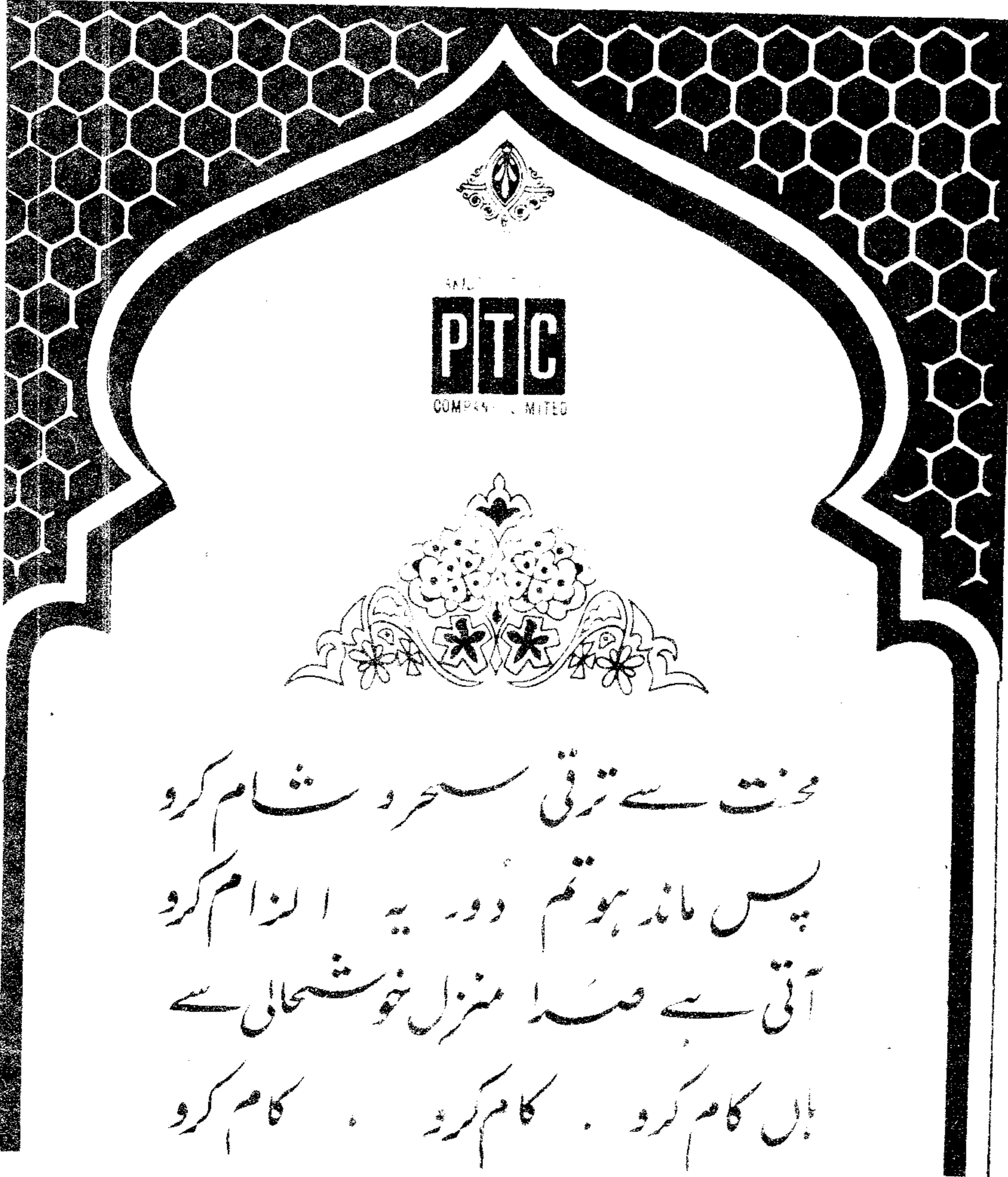
افکار و تاثرات

آغا خانیت کی حقیقت

آغاخانیت کے ناپاک عزائم | آغاخانی فرقہ روز اول سے اسلام کا دشمن بن کر معرض وجود میں آیا۔ معرض وجود میں آنے کا اولین مقصد ہی عالم اسلام اور مستحکم اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھیرنا تھا جس طرح کہ اسلام دشمن قوتوں نے قادیانی امت کو اسلام کے خلاف منظم کیا اسی طرح اس سازشی ٹولے کو بھی بعینہٖ اسی مقصد کے لئے وجود بخشا گیا۔ اس ٹولے نے مسلمانوں کو نہ صرف سیاسی نقصان پہنچا کر غیروں کا غلام بنایا بلکہ اسلامی عقائد کو پامال کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ قرآن کو محرف بتایا، اللہ رب العزت کے وجود کا یہ کہہ کر انکار کیا کہ غائب خدا کو ماننا نامعقول ہے۔ اور اپنے امام کو خدا مانا، جنت و دوزخ اور آخرت کا انکار کیا۔ نماز روزہ اور حج کا تصور ہی ختم کرنے کی کوشش کی۔ خانہ کعبہ کو سامراجیوں کا اجتماع گاہ قرار دیا۔ غرض کہ شریعت کو سرے سے منسوخ و باطل قرار دیا۔

ہمارے اسلاف نے اس سازش کے خلاف ہر قسم کا جہاد کرتے ہوئے اس کی خوب سرکوبی کی۔ امام غزالیؒ امام عبدالقاہرؒ اور امام رازیؒ جیسے اکابر نے اس فرقہ کے خلاف ضخیم ضخیم کتابیں تصنیف کیں۔ اور اس عظیم جہاد کے ردعمل میں بہت سے اکابرجان سے ہاتھ دھو بیٹھے جن میں امام رازی کا نام خصوصاً قابل ذکر ہے ان قربانیوں کے نتیجے میں اس فرقہ نے تقیہ کے طور پر اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ مگر خفیہ طور پر اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ انگریزوں نے برصغیر میں ان کو منظم کیا۔

"اسماعیلی تاریخ" کے مطابق انگریزوں نے اس فرقہ کو منظم کرنے میں بڑی دلچسپی لی۔ اور عدالتی فیصلہ کے ذریعے آغا خان کو اس فرقے کا پیشوا قرار دے کر اس کو مختلف انعامات و اعزازات سے نوازا جس کی وجہ سے اب بھی آغا خان کو "پرنس" کا لقب دیا جاتا ہے۔ پھر بھی یہ فرقہ اپنے عقائد و عزائم کو ظاہر کرنے سے گریزاں تھا۔ اور اندر ہی اندر اپنے آپ کو مستحکم بنانے میں مصروف تھا۔ مگر جب سے افغانستان پر روس کا تسلط ہوا اس وقت سے یہ فرقہ منصہ شہود پر آیا۔ اور نہ صرف اپنے عقائد کا برملا اظہار کرنے لگا بلکہ مسلمانوں کو اپنے عقائد باطلہ کی طرف دعوت دینے اور علماء کو چیلنج دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ نیز آغا خان فاؤنڈیشن وغیرہ

ناموں سے رفاہ عامہ کی صورت میں تنظیمیں بنا کر مسلمانوں پر معاشی دباؤ ڈالنے کی کوشش کی اور کئی سرکردہ بلکہ بہت سے دیندار افراد کو اپنے زیر اثر کیا نیز تمام اہم محکموں میں اپنے فرقہ کے لوگوں کو بھرتی کر کے نظام حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی بھرپور کوشش میں ہے

معتبر و مستند شواہد کے مطابق یہ فرقہ گلگت چترال اور وخان کو ملا کر روس کی مدد سے ایک اسماعیلی سٹیٹ بنانے کی فکر میں ہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق روس وخان پر قبضہ کرنے کے بعد زیر زمین سرنگ بنانے میں مصروف ہے تاکہ چترال اور گلگت کو براہ راست وخان اور روس کے ساتھ ملایا جائے۔ اور یوں آغا خانی سٹیٹ کے بارے میں روسی عزائم کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

آغا خان نے روسی ساخت کے بہت سے ہیلی کاپٹر خرید کر چترال اور گلگت کے لئے وقف کر دئے ہیں جو ہمہ وقت مسلمانوں کو ذہنی طور پر مرعوب کرنے میں عملاً مصروف ہیں نیز سیاحت کے نام سے بہت سے اہم مقامات پر کنٹرول حاصل کر کے اپنے لئے مرکز اور منصوبہ جات کے لئے سنٹر بنائے جا رہے ہیں اسی سلسلہ میں پرنس امین آغا خان کئی بار پاکستان کا دورہ کر کے گلگت، سوات، چترال، پشاور اور دیگر کئی اہم مقامات میں اہم ہوٹلوں وغیرہ کو ٹھیکے پر حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

ادھر اس باطل فرقہ کے خلاف جب بھی آواز اٹھتی ہے تو حکومت اپنی لاعلمی یا غفلت کی وجہ سے پورے زور کے ساتھ اسے دبانے کی کوشش کرتی ہے۔ حال ہی میں حکومت نے اس فرقہ کے خلاف طبع شدہ تمام کتابوں جرائد، پمفلٹ، فتاوی اور اشتہارات کو ضبط کرنے کا حکم جاری کیا ہے۔ پاکستان میں اس کی بہت کم مثال ملتی ہے کہ حکومت نے کسی فرقہ کی اس طرح کھل کر اور بے تحاشا مدد اور پشت پناہی کی ہو۔ حکومت اس فرقہ کے سرکردہ افراد سے اتنی متاثر ہے کہ ان کے پسند و ناپسند افراد کو آگے پیچھے کرنے میں ان کے اشاروں کی منتظر رہتی ہے۔ اور آئے دن علماء کرام کو قید و بند، ضلع بدر اور مختلف ذہنی اذیتیں دی جا رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حکومت کی نظر میں یہ تمام امور فرقہ واریت کو دبانے کے لئے کئے جا رہے ہوں مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس سے فرقہ واریت دبنے کے بجائے ابھرتی ہے۔ اور ایک باطل فرقہ کو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل میں پوری طرح مدد ملتی ہے۔ کیا اچھی مثال ہے:۔

"عجب مردماں اند سنگ رابستہ و سگ را کشادہ اند"

ادھر علماء کرام، دانشوروں اور عام مسلمانوں کی خاموشی بھی تعجب خیز ہے۔ عوام تو کیا بہت سے خواص کو بھی اس خطرناک فرقہ کے زہر ہلاہل کا علم تک نہیں اور جو حضرات اس کے خلاف اعانت و امداد طلب کرتے ہیں ان کی اپیل کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا جو کہ آگے چل کر سخت نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم تمام مسلمانوں

سے اپیل کرتے ہیں کہ اس فرقہ کی شرانگیزیوں سے اور عقائد سے خبردار ہو جائیں۔ اور ان کی جملہ حرکات و سکنات کا نوٹس لیں۔ نیز خواص سے مندرجہ ذیل طریقوں پر امداد کی اپیل کی جاتی ہے۔

۱۔ علمائے کرام سے | ۱۔ عام محفلوں، جمعہ کے اجتماعات اور جلسوں میں اس فرقہ کے بارے میں لوگوں کو خبردار کیا جائے۔ ۲۔ فتاوے شائع کئے جائیں۔ ۳۔ کتابیں اور رسالے لکھے جائیں۔ ۴۔ اس فرقہ کی سیاست بنیاد کرنے پر حکومت سے پرزور احتجاج کیا جائے۔ ۵۔ مسلک و مکتب سے قطع نظر کر کے اس فرقہ کے خلاف متحد ہو کر ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کریں۔

۲۔ ممبران اسمبلی سے | ۱۔ آغاخان فنڈز کی رقومات کو زیر بحث لایا جائے کہ کس طرح جمع کئے جاتے ہیں اور کہاں اور کس طرح صرف ہوتے ہیں۔ ۲۔ آغاخان / آغاخان فاؤنڈیشن یا اس طرح دیگر ناموں سے جو رقوم بنکوں میں جمع کی جاتی ہیں ان پر ٹیکس لیا جائے۔ ۳۔ مملکت کے خلاف آغاخانی سازش کو اسمبلی میں زیر بحث لایا جائے۔ ۴۔ اس فرقہ کے کفریہ عقائد کی بنا پر اس کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۳۔ وکلاء حضرات سے | اس بارے میں قانونی پہلوؤں کا جائزہ لے کر تحریک میں کام کرنے والوں کو مفت قانونی امداد بہم پہنچائیں۔

۴۔ دانشوروں اور اساتذہ سے | لیکچرز، مضامین اور تحریر و تقریر کے ذریعے تعلیم یافتہ حضرات، طالب علموں اور عوام کو اس بارے میں آگاہ فرمائیں۔

۵۔ حکومت سے | اس فرقہ کے ظاہری کروفر کو دیکھ کر حقیقی سازش سے چشم پوشی نہ کرے۔ علماء پر ناروا پابندیاں لگانا بند کرے اور جن حضرات پر پابندی ہے وہ اٹھالی جائے۔ اس سازش کی حوصلہ افزائی چھوڑ کر اس کے خلاف کارروائی کرے۔ اور آغاخانیت کو خلاف قانون قرار دے۔ اس فرقہ کے خفیہ اجتماعات اور جلسوں پر پابندی لگائے۔ یا ان کا نوٹس لے۔ ان کے مذہبی اجتماعات میں مسلمانان اہلسنت والجماعت کے افراد کو بطور مخبر بھیجے۔ آغاخانی سکولوں، کالجوں اور آغاخان میڈیکل کالج کو سرکاری تحویل میں لے۔

(مولانا) عبیداللہ چترالی

موسم برسات میں صرف
لیموں نہیں، رُوح افزا لیموں پیجیے
موسم برسات کی آمد کے ساتھ انسانی مزاج میں تبدیلی ایک لازمی
عمل ہے۔ ایسے میں لیموں ہماری جسمانی ضرورت بطریق احسن پوری کرتا ہے۔
لیکن صرف لیموں ہی نہیں رُوح افزا میں لیموں کا تازہ رس
ملاکر پیجیے۔ یہ خوش ذائقہ مشروب اس موسم میں جسم و جان کو راحت کا سامان
فراہم کرتا ہے اور بدلے ہوئے ذائقے کے تقاضے پورے کرتا ہے۔
اب کے برسات میں رُوح افزا لیموں کا لطف اُٹھایئے۔
رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
غیبت اللہ کی نافرمانی ہے
DARTS-HRA-9782

جناب سلیم فاروقی صاحب

پاکستان ٹیلی وژن کی غفلتیں اور کوتاہیاں؟

ٹیلی وژن کو دیگر ذرائع ابلاغ پر اس اعتبار سے فوقیت ہے کہ اس میں خبروں کی دنیا چلتی پھرتی نظر آتی ہے
ری کی آفاقی شہرت کی یہی اصل وجہ ہے ورنہ جو کچھ ٹیلی وژن پر دکھایا جاتا ہے تقریباً وہی سب باتیں ہم ریڈیو
، سنتے اور اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ تحفہ ایوب خان لائے تھے۔ ورنہ اس سے قبل ابلاغ کے
ف دو ہی ذریعے تھے ایک ریڈیو اور دوسرا اخبارات۔

سائنس نے ٹیلی وژن کی صورت میں اقوام عالم کو ایک بڑا کارآمد تحفہ دیا ہے جس کے ذریعہ زندگی کے
م شعبوں کی بڑی مفید انداز میں ترجمانی کی جا سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس اعلیٰ ترین سائنسی ایجاد نے دنیا والوں
بہت کچھ سکھایا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے ملک میں اس کارآمد ایجاد کو محض تفریح طبع کے لئے ہی استعمال کیا
ہے۔ پاکستان ٹیلی وژن جن پروگراموں پر زیادہ زور دیتا ہے ان میں فلمیں، ڈرامے، رقص و موسیقی اور کھیل ہیں
کے علاوہ باقی جتنے بھی پروگرام ہیں وہ سب محض "خانہ پُری" کے لئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ "طاؤس و رباب"
سیع پیمانہ پر نمائندگی دینے سے ہماری قوم ذہنی عیاشی اور اخلاقی انحطاط کا شکار بن چکی ہے۔ اس کی ایک تجرباتی
ل یہ ہے۔ کہ ہم کسی دوست کے گھر گئے دیکھا خلاف معمول ٹی وی بند ہے۔ پوچھا بھائی خیریت تو ہے اس وقت
ی وژن کیوں بند ہے؟

دوست نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ ٹی وی کھول کر کیا کریں۔ "شبلی نعمانی" پر مذاکرہ ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر ہمارے
ست بڑی محبت سے بٹھائیں گے۔ چائے اور کھانے کو پوچھیں گے۔ باتیں بھی جی بھر کر کریں گے۔ وہ صرف اس لئے
نہیں" شبلی نعمانی" کے پروگرام سے "بوریت" ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی ڈرامہ آرہا ہے یا فلم دکھائی جا
ی ہے۔ کسی "بھانڈ مراثی" کا انٹرویو ہے یا کرکٹ میچ ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ ہمارے سلام کا
ب دے دیں تو یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے۔ متعدد بار ایسا ہوا ہے کہ ہمیں کوئی ضروری بات کرنے کے لئے
ی دوست یا عزیز کے گھر جانا پڑا۔ دیکھا اس وقت فلم آرہی ہے پورا گھر بُت بنا ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہے

اور ہم سب کا منہ تک رہے ہیں۔ لیکن کسی کو کوئی احساس نہیں اس موقع پر ہمیں دیکھنا ہے تو فلم دیکھیں ورنہ چلے جائیں۔ " ذہنی عیاشی " پر مبنی ان پروگراموں نے پوری قوم کو " پنگلی " بنا دیا ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے سب اسی نشہ میں مست ہیں۔ آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھئے۔ کیا عورت، کیا مرد کیا بچے کیا جوان سب کا موضوع گفتگو فلم ہوگی یا ڈرامہ۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ " بھانڈ بقّال " فلموں اور ڈراموں کے ذریعے ہمیں دین۔ ایمان۔ اخلاق و آداب کی تعلیم دیتے ہیں۔ معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں انہیں "مبلغ و مصلح" کے خطابات مرحمت ہوتے ہیں " بھانڈوں مراثیوں " کی "عظیم خدمات" کا اخبارات میں ذکر ہوتا ہے۔ ارباب بست وکشاد یہ بیانات دیتے ہیں کہ " نازیہ اور زوہیب نے اپنے فن کے ذریعہ نئی نسل کا حوصلہ بلند کیا ہے "

پاکستان ٹیلی وژن سب سے زیادہ سرمایہ " بھانڈوں مراثیوں " پر خرچ کرتا ہے۔ ان کے پروگراموں کو سب سے زیادہ وقت دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ " فلم اور ڈرامہ " اسلامی جمہوریہ پاکستان کی صنعت ہیں۔ اس کے ذریعہ سرمایہ بھی حاصل ہوتا ہے اور " اسلامی تہذیب وثقافت " کی ترویج واشاعت بھی۔ اگر یہ " بھانڈ مراثی " کسی مسئلہ سے دوچار ہوں تو اس کے حل کے لئے، حکومت سے مذاکرات ہوتے ہیں۔ کانفرنسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے ان کے طائفے صدر اور وزیر اعظم سے مل کر اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ اور حکومت بھی ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کے مسائل پر سنجیدگی سے غور کرتی ہے۔

اس قسم کے جملہ " رفاہی وتبلیغی " پروگراموں کی ابتدا تلاوت کلام مجید اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ پاکستان کا قومی ترانہ بجایا جاتا ہے۔ اس کے بعد رقص وموسیقی کا پروگرام شروع ہوتا ہے۔ نوخیز رقاصائیں بڑی سرگرمی سے اپنا فن دکھاتی ہیں۔ ہر طائفہ کی آمد سے قبل رقاصہ کا تعارف اور رقص کی تشریح وتوضیح ہوتی ہے۔ کہ یہ رقص پنجاب کی روایت کا آئینہ دار، یہ رقص سرحد کی تہذیب کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ رقص بلوچستان کا لوک ورثہ ہے۔ اس رقص سے سندھ کی ثقافت نمایاں ہوتی ہے۔ رقص وموسیقی کے ذریعہ علاقائی تہذیب وثقافت کی تقسیم و درجہ بندی، محظوظ ہونے والوں کو بڑی صفائی سے " ملّی یکجہتی " سے کنارہ کش کر کے انہیں اپنے خول میں بند کر دیتی ہے۔ پٹھان اپنے پٹھان ہونے پر فخر کرتا ہے۔ بلوچ اپنے بلوچی ہونے پر نازاں ہوتا ہے۔ پنجابی پنجاب کے گن گاتا ہے اور سندھی وادی مہران ہی کو اپنی دنیا سمجھتا ہے۔ اس موقعہ پر یہ نغمہ مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے کہ ع

تو بھی پاکستان ہے میں بھی پاکستان ہوں

اس کے بعد تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے فلم اور ڈرامہ کے وسیع وجامع پروگراموں کے بعد باقی جو کچھ بچتا ہے وہ صرف وقت گزارنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ٹیلی وژن کے منتظمین اپنی ساری ذہنی کاوش وتوانائی " ڈرامہ بازی " پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اس لئے دینی، علمی و ادبی پروگراموں کو پوری ذہنی یکسوئی کے ساتھ مرتب کر کے انہیں

ن کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ اس نوعیت کے پروگرام اتنی روا روی سے پیش کیے جاتے ہیں کہ ان کی کوئی مقصدیت
ر نہیں آتی۔ مثال کے طور پر رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں ڈاکٹر اسرار احمد کو ناظرین کے "روبرو" کیا گیا۔
ں کا وقت انطار سے کچھ وقفے پہلے مقرر ہوا۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جب ہم ایک دینی شخصیت سے کچھ
لومات حاصل کرنے کے لئے اسے عوام کے "روبرو" پیش کریں گے تو آخر اسے اتنا وقت تو ضرور دیں گے کہ وہ زیادہ
صیل سے نہ سہی اجمالی طور پر اتنا کچھ تو بیان کرے جس سے لوگ کوئی مفید بات سمجھ سکیں۔ لیکن یہاں تو "خانہ پری" کرنا
۔ چنانچہ پروگرام کے کمپیئر انور حسین صاحب نے ابتدا ہی سے یہ قدغن لگا دیتے ہیں کہ جناب! چونکہ ہمارے پاس وقت
ت کم ہے اس لئے میں درخواست کروں گا کہ سوالوں کے جواب مختصر دیئے جائیں۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ ٹیلی وژن نے
ے کے ممتاز دینی اسکالر کو دعوت دی۔ اس دعوت پر اس نے اپنے ذہن میں کوئی خاکہ بنایا ہو گا۔ سوالات کی نوعیت
پنے طور پر اندازہ لگایا ہو گا۔ ذہن کو تیار کیا ہو گا۔ اپنی مصروفیات سے وقت نکالا ہو گا۔ لیکن پروگرام کے
کچھ گفتگو کرنے سے پہلے ہی اسے "مختصر بات" پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب سے جب
ل کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کی کیفیت یہ تھی۔ کہ ابھی ان کا جواب بھی مکمل ہونے نہ پایا کہ دوسرا سوال ہو گیا۔ پھر
را اور پھر چوتھا۔۔۔۔ ابھی کسی فقہی مسئلہ کا جواب دیا جا رہا تھا کہ کمپیئر صاحب نے عورتوں کی نوکری اور ملازمت کا
چھیڑ دیا۔ غرض کہ وہ پروگرام عجیب و غریب سوالات اور "لقمہ بازی" پر ختم ہو گیا۔

علاوہ بریں دینی پروگراموں کو مرتب کرتے وقت ٹیلی وژن والے اس بات کا قطعاً خیال نہیں رکھتے کہ جس دینی
دع پر اظہار خیال کے لئے وہ "عالم" کو دعوت دے رہے ہیں اس کا میدان کیا ہے؟ یا پھر جن حضرات کو وہ سوالات
ئے منتخب کر رہے ہیں وہ کس علمی شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابھی رمضان المبارک ہی میں ایک پروگرام "نماز" کے بارے میں پیش کیا گیا جس میں ولی رازی صاحب مدعو تھے
صلوٰۃ" کی اہمیت پر بہت سادہ انداز میں تقریر کر رہے تھے۔ کہ "بیچ" میں ایک صاحب اور "کود" پڑے۔ انہوں
اوٹ پٹانگ" لفظوں میں اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیا۔ اس دوران انہوں نے دو حدیثیں غلط پڑھیں
ں ایک یہیں یاد رہ گئی وہ حدیث لا رھبانیۃ فی الاسلام تھی جسے انہوں نے "لیس رھبانیۃ اسلام" پڑھا تھا۔

ٹیلی ویژن سے ایک پروگرام ہوتا ہے جس کا نام "درخشاں" ہے۔ اس میں ادیب، شاعر، ڈاکٹر، انجینئر، بھانڈ
، غرضکہ ہر صلاحیت کے نمایاں لوگ متعارف ہوتے ہیں۔ پروگرام کی کمپیئر ایک خاتون ہیں جنہیں شعر پڑھنے کا "مرض"
ہے۔ وہ جس شخصیت کو اسٹیج پر بلاتی ہیں تو اس سے قبل "شعر" ضرور پڑھتی ہیں۔ موصوفہ نے ایک ایسے
کو دعوت دی جو "مراثیت" کا فن سیکھ رہا تھا۔ دعوت دینے سے قبل انہوں نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کا
ر پڑھا۔

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

یہ خاتون بڑے اعتماد کے ساتھ غیر مربوط جملے " غلط تلفظ " کے ساتھ بول رہی تھیں مثلاً اَلفاظ کو "اِلفاظ"
کہا جا رہا تھا۔

پاکستان ٹیلی وژن پر " کمپنی کی شہرت " کے لئے ایک پروگرام " نیلام گھر " ہوتا ہے جس کے کرتا دھرتا فلم ایکٹر
طارق عزیز ہیں۔ انہوں نے اپنی " اداکارانہ صلاحیتوں " سے اس میں ایک " ڈرامائی کیفیت " پیدا کر دی ہے " معلومِ
عامہ " پر مبنی یہ پروگرام بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔ اس میں بعض اوقات سوال کے غلط جواب کو درست قرار دیا
ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ شاہ ولی اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ کیا ہے؟

جواب۔ قرآن کا فارسی ترجمہ۔

حالاں کہ شاہ ولی اللہ کا یہ " سب سے بڑا کارنامہ " اس لئے نہیں کہ ان سے بہت پہلے شیخ سعدی قرآن مجید
فارسی میں بے نظیر ترجمہ کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ شیخ سعدی کے بعد اور شاہ ولی اللہ سے پہلے پاک و ہند میں قرآن مجید
کئی فارسی ترجمے ہو چکے تھے۔ شاہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ تو وہ تحریک ہے جسے سید احمد شہید بریلوی رح
اسمٰعیل شہید۔ شیخ الہند اور مولانا عبید اللہ سندھی لے کر اٹھے تھے۔ جسے ہماری برصغیر کی تاریخ میں " ولی اللہی تحریک"
کہا جاتا ہے۔ اسی پروگرام میں انہوں نے کئی لفظ اور نام غلط تلفظ سے ادا کئے۔ مثلاً " صِحاح سِتّہ " کو " صَحاح
کہا۔ یہ بات قابلِ اعتراض اس لئے ہے کہ اس پروگرام میں طلبا و طالبات کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح " ر
کو بڑے اعتماد سے " رَقُم " یعنی " میم " کو ساکن بنا کر ادا کیا جاتا ہے۔ میر انیس کا شعر ہے

توفیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر

اردو اور فارسی میں لفظ رقم بر وزن قلم استعمال ہوتا ہے۔

ٹیلی ویژن کے علمی و ادبی نوعیت کے پروگراموں میں ایک اور قباحت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ " کمپیئر " صاحب پرو
میں حصہ لینے والوں سے زیادہ بولتے ہیں مثلاً کسی شخص نے سوال کا جواب دیا۔ تو ظاہر ہے کہ لوگ جواب دینے وا
شخصیت کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ اور اس کی بات بھی سن رہے ہیں لیکن اس کے باوجود " کمپیئر " صاحب اس کے پو
جواب کو اپنے الفاظ میں دہرا کر پھر اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں۔ اس سے اصل آدمی کو بولنے کا موقع کم ملتا ہے
بھی ضائع ہوتا ہے اور ناظرین بھی کوفت محسوس کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک نہایت قابلِ اعتراض بات یہ ہے کہ ٹیلی وژن والے حفظِ مراتب کا خیال نہیں رکھتے مثـ

ٹی وی اسکرین پر ایک طغرا پیش کیا جائے گا "رسول اللہ نے فرمایا" اس کے فوراً بعد دکھایا جائے گا کہ "قائداعظم نے فرمایا"۔ اس میں قابلِ گرفت بات یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد کسی عام انسان کے فرمان کو کوئی حیثیت نہیں ۔۔۔۔ آپ کو "قائدِ اعظم کا فرمان" دینا ہے تو اس میں یہ تواتر قائم نہ رکھئے۔ بلکہ کسی دوسرے موقع پر یہ "فرمان" جاری کیجئے۔

پاکستان ٹیلی وژن پر ایک معروف ڈرامہ نگار و شاعر جو "خوش قسمتی" سے لاہور کے کسی کالج میں لیکچرار بھی ہیں۔ ایک "فلمی بھانڈ" یعنی ایکٹر کا انٹرویو لے رہے تھے اس کا ذمہ دار ٹیلی وژن نہیں بلکہ لیکچرار صاحب خود ہیں کسی شاعر، ادیب، عالم خاص طور پر استاد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ "بھانڈوں مراثیوں" کو اپنی سطح کا سمجھ کر ان کا انٹرویو لے۔ یا ان کے شانے سے شانہ جوڑ کر بیٹھے۔ ع

گر ہمیں مکتب وہمیں ملّا

کار طفلاں تمام خواہد شد

پاکستان ٹیلی ویژن کی نظموں اور ترانوں کا معیار دینی و ملّی تقاضوں کو خاطر خواہ پورا نہیں کیا جاتا۔ ان میں "قومیت" اور "زمین پرستی" کا پرچار زیادہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً

وطن کی مٹی گواہ رہنا

یا وطن کو یہ کہنا کہ :- تو تو میری جان ہے

تو میرا ایمان ہے

سراسر غلط اور قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ مسلمان کا ایمان صرف چار چیزوں پر ہے جس کی قرآنِ حکیم نے اچھی طرح وضاحت کر دی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان۔ رسولوں پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان اور آسمانی کتابوں پر ایمان۔ زمین، مٹی۔ دریا، پہاڑ اور سمندر پر کم از کم مسلمان کا ایمان تو قطعاً نہیں ہوتا۔ لہذا "جمادتی پرستش" کی تبلیغ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی سرزمین پر کرنا دینی تعلیمات کے منافی عمل ہے۔
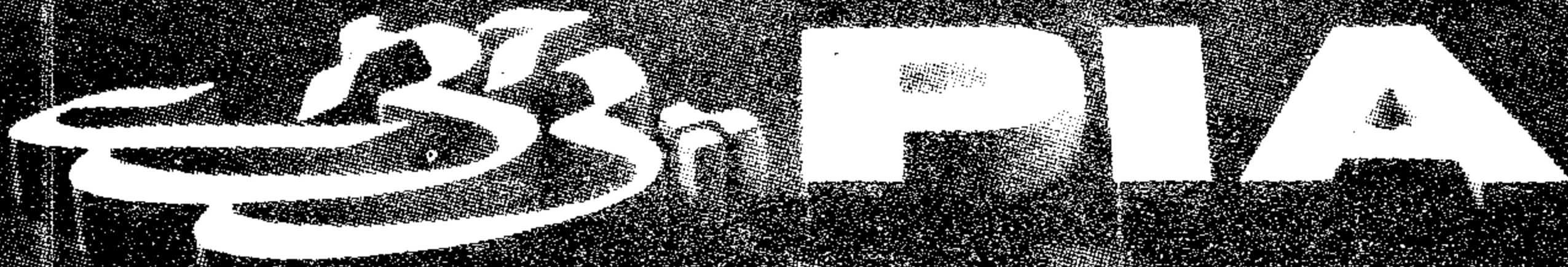
اس موقع پر ایک اہم نکتہ کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان میں مختلف فرقوں، مسلکوں اور مذہبوں کے لوگ آباد ہیں۔ اس کے باوجود یہاں سنّی حنفی مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت ہے۔ اس لئے اگر پاکستان ٹیلی وژن کے دوسرے فرقے اور مذہب کے عالموں کو اظہارِ خیال کی دعوت دینا ہے تو اسے اس بات کا بھی پابند کیا جائے کہ وہ اپنی تقریر میں کوئی ایسا نظریہ نہ بیان کرے جو اس کے مذہبی معتقدات کے عین مطابق ہو لیکن ملک کی عظیم سنّی اکثریت کے دینی عقائد کے خلاف ہو۔ مثلاً گذشتہ دنوں یوم "ولادت حسین" کی تقریب میں (جس کے مہمان خصوصی وزیر اعظم پاکستان جناب خان محمد جونیجو تھے) علامہ نصیر الاجتہادی نے تقریر کرتے ہوئے

باقی ص۵۰ پر

اس دیس سے پیمانِ وفا تا بہ ابد ہے

جب ہم سبز ہلالی پرچم کے ساتھ فضاؤں میں بلند ہوتے ہیں تو ہمارے دلوں میں
یہ جذبہ و احساس موجزن ہوتا ہے کہ ہم وطن کی عظمتوں کے امین ہیں۔ اس احساس کے ساتھ
ہم ہر روز دُور دراز کی دنیاؤں تک وطن کی محبتوں کی خوشبو لے کر پہنچتے ہیں۔
آج اس تاریخی دن کے موقع پر، اسی جذبہ کے ساتھ ہم اپنے قائدِ اعظم محمد علی جناح
کے اس پیغام کو دہراتے ہیں "... اقوامِ عالم کے لئے دوستی اور خیر سگالی"

مولانا خلیل الرحمان صاحب قادری

حضورؐ پر نبوّت کیوں ختم ہوئی؟

ماہ اپریل ۱۹۸۵ء میں مرزا طاہر احمد صاحب قادیانی نے لندن میں کنونشن کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے اجرائے نبوت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں قرآنی آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ درج ذیل کی جاتی ہیں۔ تاکہ قارئین کو صحیح حقیقت حال سے آگاہی ہوجائے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔ (البقرہ ۴)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے نازل کیا گیا اور جو یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ پیرایہ وحی نبوت نازل ہوا اس کے بعد آخرت یعنی قیامت کے دن تک کچھ بھی مزید بہ پیرائے وحی نبوت نازل نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی برمنہاج نبوت نازل ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ آخرت کا ذکر ہے اور وحی نازل نہیں ہوتی مگر ایک نبی یا رسول پر۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نبوت و رسالت کے ایزدی یقیناً ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

(بقرہ ۱۴۳)

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت وسط تاکہ تم ہو گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔

مطلب یہ ہوا کہ آں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعد کوئی نئی امت نہیں ہوگی کیونکہ دنیا میں کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی نئی شریعت بھیجی جائے گی۔ اس لئے کہ بمصداق آیت کریمہ الیوم اکملت

لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي آج تمہارا دین تمہارے لیے ہم نے مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کا اتمام تم پر کر دیا۔
بعثت نبی یقیناً اللہ عز و جل کی طرف سے ایک نعمت ہے جس کا اتمام آں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی بعثت پر ہو گیا۔ اب مزید نعمت کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ کیونکہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی بعثت امت محمدیہ میں انتشار کا باعث ہو گی۔ اور یوں رحمت نہیں زحمت ہو گی۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اعلان نبوت کے بعد تجربہ میں آیا۔ بلکہ اب امت محمدیہ کا کام یہ ہے کہ جو کچھ مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق اوامر اور نواہی ان کو ملا ہے اسی کی تبلیغ لوگوں میں قیامت تک کریں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نبوت و رسالت یقینی امر ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء ۱۶۴)	اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایسے رسول بھیجے ہیں کہ جن کے احوال ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے ہیں اور آپ سے پہلے ایسے رسول بھی بھیجے ہیں جن کا احوال ہم نے آپ (کو نہیں بتایا)

اس آیت مبارکہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی رسول کے بھیجنے کا ذکر نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا انقطاع یقینی امر ہے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء ۱۶۵)	بھیجے رسول خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ لوگوں پر ان رسولوں کے بعد اللہ کی حجت کا اتمام ہو جائے۔ اور ان لوگوں کو قیامت کے دن کسی قسم کا عذر باقی نہ رہے۔

اس آیت مبارکہ میں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بھیجا جائے گا۔ بلکہ جو رسول اس وقت تک بھیجے جا چکے ہیں اسی پر قیامت کے دن اللہ کی حجت کا اتمام ہو گا۔ اور قیامت کے دن لوگوں کو کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کے جاری ہونے کا امکان ہوتا تو مستقبل میں نبی یا رسول بھیجنے کا اسی آیت مبارکہ میں ذکر ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ آں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نبوت اور رسالت یقینی امر ہے۔

يا اهل الكتب قد جاءكم رسولنا يبين لكم على فترة من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشير ولا نذير فقد جاءكم	اے کتاب والو آیا تمہارے پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشخبری یا

بشیرٌ وّنذیرٌ — ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا۔
(المائدہ ۱۹)

یہاں پر آچکا تمہارے پاس خوشخبری اور ڈر سنانے والا ہے یقیناً۔ اور آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ کیونکہ الفاظ "رسولوں کے انقطاع کے بعد" اس بات پر دلالت کرتے ہیں آیت مبارکہ میں بھی ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آئندہ کوئی نیا نبی جانب اللہ عزوجل مبعوث نہیں کیا جائے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور رسول ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اتمام حجۃ اللہ ہو گئی۔ اور کوئی عذر باقی نہ رہا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل ۳۶)

اور بیشک ہم نے بھیجے ہیں ہر امت میں رسول (اس پیغام کے ساتھ) کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو جھوٹے معبودوں سے۔

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اپنے اپنے وقت پر رسول ہر امت میں بھیجے ہیں پھر آخر میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رسول الثقلین بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں بھی آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کا ذکر ہے۔ کیونکہ ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اور بعد میں رسول بھیجنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نبوت و رسالت یقینی امر ہے۔

صحیح بخاری شریف جلد سوم کتاب الفتن۔ حدیث ۱۹۵۰ ص ۳۶، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ تو فرمایا۔

" سن لو کیا میں نے پہنچا دیا" ہم نے کہا جی ہاں۔

آپ نے پھر فرمایا۔ "اے اللہ گواہ رہو۔ جو لوگ موجود ہیں وہ لوگ انہیں پہنچا دیں جو موجود نہیں"

مطلب یہ ہوا کہ آئندہ نہ تو قرآن حکیم کسی پر نازل ہوگا اور نہ ہی کوئی وحی آئندہ نازل ہوگی۔ جو کچھ ہونا تھا میرے پر نازل ہو چکا ہے۔ اور تم لوگوں کا بھی یہ کام ہے کہ جو کچھ میں نے تم کو بتایا ہے تم آگے لوگوں کو بتاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ قیامت کا دن آجائے۔ پس انقطاع نبوت و رسالت کا ثبوت ہو گیا۔

حدیث ۱۹۳۸۔ حضرت اُسید بن حضیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے فلاں کو عامل مقرر فرمایا اور مجھے نہیں مقرر فرمایا۔ آپ نے فرمایا " عنقریب تم میرے بعد اقربا پروری دیکھو گے۔ تو صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو"

اس حدیث شریف سے بھی یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ امت محمدیہ میں قیامت تک کسی نبی بروزی نبی غیر تشریعی نبی یا امتی نبی کے مبعوث ہونے کا قطعی کوئی امکان نہیں ہے۔

۹۔ صحیح مسلم شریف جلد ششم باب قرب قیامت ۱۶۴ میں سہلؓ سے روایت ہے۔ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ کرتے تھے اس انگلی کی طرف جو نزدیک ہے انگوٹھے کے اور بیچ کی انگلی سے اور فرماتے تھے میں قیامت کے ساتھ اس طرح بھیجا گیا ہوں"۔

(فائدہ) غرض یہ ہے کہ مجھ میں اور قیامت میں اور کسی نبی کی شریعت فاصل نہیں ہے جیسے بیچ کی انگلی اور اس انگلی کے بیچ میں کوئی اور انگلی نہیں ہے۔ اسی طرح میری شریعت بھی سب شریعتوں سے اخیر ہے اور میرا دین سب دینوں کے بعد ہے اس کے بعد قیامت ہی ہے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا تمام آیات مبارکہ اور احادیث صحیحہ سے یہ بات بالکل پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ آں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت اور وحی بر منہاج نبوت یک دم بند کر دی گئی ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس کے خلاف کوئی بھی دعویٰ کرتا ہے اور اپنے دعویٰ کو باطل تاویلات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ یقینی طور پر کاذب اور مفتری ہے۔

بقیہ: ٹیلیوژن

کہا کہ ہم پاکستان میں رسالت کا نظام قائم کریں گے ... ہم پاکستان میں امامت کا نظام قائم کریں گے۔ علامہ صاحب کی اخلاقی جرأت کی ہم اس لئے داد دیں گے کہ اس تقریب میں ان کے ہم مذہبوں کے ساتھ ساتھ حضرات اور کچھ "سنی" حنفی مولوی بھی شریک تقریب تھے مگر انہوں نے صاف لفظوں میں اپنے عزم بالجزم کا اعلان کر دیا۔ کہ ہم پاکستان میں امامت کا نظام قائم کریں گے۔ اب ان بچارے "دو رکعتوں کے اماموں"! شریک محفل "سنی" مولویوں کو کیا خبر کہ علامہ صاحب کیا بات کہہ گئے انہوں نے رسالت کے ساتھ امامت کو بامقصد طور پر "نتھی" کیا۔ اور وہ اس لئے کہ ان کے مذہب میں "رسالت" اور "امامت" میں کوئی فرق نہیں رسول بھی معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ امام بھی۔ رسول بھی مامور من اللہ ہوتا ہے اور امام بھی ..... اب آپ اس اندازہ لگا لیں گے کہ علامہ صاحب کیا بات کہہ گئے۔ اس ضمن میں پاکستان ٹیلی وژن کا "جرم" یہ ہے کہ اس اس جملہ کو "سنسر" کئے بغیر پاکستان کی عظیم سنی اکثریت کے دینی عقائد کے خلاف نہایت قابل اعتراض جملہ نشر کر دیا۔ ع

آنچہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ٹیلی وژن کے قیام و مقاصد کے تحت ہم نے اس اہم ترین ذریعۂ ابلاغ کی دانستہ یا غیر دانستہ غفلتوں اور کوتاہیوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے تاکہ سند رہے ∎

مولانا عبدالحق کے سوالات
اور
وزراء کے جوابات

قومی اسمبلی میں قومی و ملّی مسائل

ہیروئن کی وبا اور منشیات کی لعنت

مورخہ ۱۱ر جون ۱۹۸۵ء

سوال نمبر ۱۰۵۔ مولانا عبدالحق۔ کیا وزیر داخلہ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(ا) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ نشہ آور ادویات، بالخصوص ہیروئن کے استعمال کی وبا ملک کے نوجوان طبقہ میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ تعلیمی اداروں کے طلبہ بھی اس کا شکار بن چکے ہیں۔

(ج) اگر ایسا ہے تو اس وبا کی روک تھام کے لئے کون سے اقدامات کئے گئے ہیں یا مستقبل میں اس کی روک تھام کے لئے کون سے اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔ اور

(د) منشیات کے عادی مریضوں کے علاج کے لئے کون سے اقدامات اختیار کئے گئے ہیں۔

جناب محمد اسلم خان خٹک

(ا) جی ہاں۔

(ب) جی ہاں۔

(ج) غیر سرکاری تنظیموں، قومی طباعت، نشری میڈیا اور علاقائی رہنما کے تعاون سے پی این سی بی اجلاسوں، لیکچروں، سیمیناروں اور کانفرنسوں کے ذریعے ڈرگ کی لعنت کے مسئلے پر آگاہی پیدا کرنے اور حفاظتی تعلیم کے ایک پروگرام کی تشکیل میں لگی ہے۔

(د) اس مقصد کے لئے ملک میں نشہ دور کرنے اور بحالی کے لئے ۳۶ مراکز قائم کئے گئے ہیں۔

نازیہ حسن اور زوہیب حسن کی فن کاری اور ٹی وی

سوال نمبر ۱۵۵۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر اطلاعات و نشریات ازراہِ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ نازیہ حسن اور زوہیب حسن دو فن کاروں کو ٹیلی ویژن پر گانے اور ناچنے کا مظاہرہ کرنے کے لئے بار بار مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔

(ب) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ دونوں بہن بھائی ہیں۔ نیز

(ج) آیا یہ پاکستان ٹیلی ویژن پر یہ پروگرام بند کرنے کے لئے کچھ اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

جناب حامد ناصر چٹھہ وزیر اطلاعات

(الف) نازیہ اور زوہیب کے صرف دو پروگرام ایک جو

ریفرنڈم ۱۹۸۴ء کے خصوصی پروگرام کے سلسلے میں اور دوسرا انتخابات ۱۹۸۵ء کے سلسلے میں ریکارڈ کیے گئے تھے۔ مزید برآں زوہیب حسن نے ایک مزید پروگرام نیلام گھر میں شرکت کی۔ جہاں اس نے صرف ایک آئیٹم پیش کیا۔ گانوں کے طور پر پیش کیے گئے ناچنے کے طور پر نہیں۔ یہ گانے بعد میں بھی ٹیلیویژن پر پیش کیے گئے ہیں۔

(ب) دونوں گانے والے بھائی اور بہن ہیں۔

(ج) مسئلہ پر نظر ثانی کی جا رہی ہے۔

اوورسیز ایمپلائمنٹ میں قادیانیوں کی زیادتیاں

مورخہ ۶ جون ۱۹۸۵ء

سوال نمبر ۴۲۳۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر محنت، افرادی قوت و سمندر پار پاکستانی ازراہِ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ اوورسیز ایمپلائمنٹ کے توسط سے سعودی عرب جانے والے افراد میں سے تین سو افراد قادیانی ثابت ہوئے جب کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلم قرار دیا تھا۔

(ب) آیا سعودی عرب نے اس کا سنجیدگی سے نوٹس لیا ہے اور اس دھوکے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور

(ج) مزید برآں، بیرونِ ممالک روزگار کا سربراہ یا ذمہ دار آفیسر متعینہ دفتر کراچی قادیانی ہے اگر ایسا ہے تو حکومت نے کونسے اقدامات کیے ہیں۔

حاجی محمد حنیف طیب

(الف) یہ درست نہیں ہے۔

(ب) جی نہیں۔

(ج) اس وقت نہ تو سربراہ اور نہ ہی او۔ای۔پی کراچی آفس کا کوئی ذمہ دار افسر قادیانی ہے۔

گریڈ ۱ تا ۱۲ کے سرکاری ملازمین کی مشکلات

مورخہ ۹ جون ۱۹۸۵ء

سوال نمبر ۴۱۱۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر خزانہ و اقتصادی امور ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ حکومت کے ملازمین (خاص طور پر گریڈ ۱ سے ۱۲ تک) جن کا تعلق بنیادی سکیل رہائش، طبی سہولت، ٹرانسپورٹ اور ... سے ہے۔ ۱۹۶۹ء سے سرخ فیتے کی وجہ سے ...

(ب) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ قومی تنخواہ کمیٹی جو ... میں تشکیل دی گئی تھی نے حکومت کے ملازمین ... نظر انداز کر دیا تھا اور بعد میں دوسری کمیٹی کے کردار کو اجاگر کرنے کے لئے تیار کی گئی لیکن وہ بھی کسی نتیجہ کے بغیر ختم ہو گئی تھی ...

(ج) آیا حکومت مذکورہ ملازمین کی مشکلات کو ... کرنے کے لئے کچھ اقدامات کو اپنانے کے منصوبہ بندی کر رہی ہے۔

ڈاکٹر محبوب الحق

(الف) جی نہیں۔ تنخواہوں کے سکیل میں ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۳ء میں ہونے والے عمومی اضافے کے ...

حکومت نے اپنے ملازمین کے لئے مراعات و
الاؤنسز کی منظوری دی ہے خاص طور پر ۱۹۶۹ء
سے نچلے درجے کے ملازمین کے لئے ان مراعات
والاؤنسز کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی
گئی ہے۔

(ب) جی نہیں۔ یہ حقیقت نہیں۔ پچھلی تنخواہ کمیٹی نے
جو مئی ۱۹۶۲ء کو تشکیل دی گئی تھی حکومت کے
ملازمین کی مشکلات پر آخر کار کافی غور و خوض کیا
اور حکومت کو مئی ۱۹۸۳ء کو اپنی سفارشات
پیش کر دیں۔ ان سفارشات کی بنیاد پر حکومت
نے بنیادی پے سکیل اور ضمنی فوائد کی سکیم کو
متعارف کرایا ہے جو ۱-۷-۸۳ سے نافذ العمل
ہے۔ اس کے بعد کوئی کمیٹی قائم نہیں کی گئی۔

(ج) ۱۹۸۵-۸۶ء کی بجٹ کے لئے حکومت نے
روزمرہ زندگی کے لئے اخراجات میں اضافہ کی بنا
پر پے انڈیکشن کو متعارف کرایا ہے ۱/۷/۸۵
سے نافذ العمل ۱۳ر۵ فی صد کی شرح سے اضافہ
حکومت کے ان ملازمین کے لئے ہے جن کی تنخواہ
۱۵۰۰ روپے ماہانہ تک ہے اور ۱۰ فیصد ان کے
لئے جن کی ماہانہ تنخواہ ۱۵۰۰ روپے سے زائد
ہے۔ آئندہ مستقبل کے بجٹوں میں روزمرہ کی زندگی
کے مصارف کا اطلاق نہ صرف بنیادی پے
سکیل پے پر ہوگا بلکہ کرایہ مکان اور سواری
الاؤنس پر بھی ہوگا۔

ہومیوپیتھک کے طریق علاج سے بے توجہی

مورخہ ۴ رجون ۸۵ء

سوال نمبر ۲۹۶۔ مولانا عبدالحق۔ کیا وزیر صحت خصوصی
تعلیم اور سماجی بہبود از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
(الف) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ ان کی وزارت ہومیو
پیتھک ڈاکٹروں کی طرف صحیح توجہ نہیں دیتی
جو ملک میں اہم فرائض انجام دے رہے ہیں
(ب) آیا ان تینوں طریقہ ہائے علاج کو مساوی
نمائندگی دینے اور توجہ دینے سے متعلق
حکومت کوئی اقدام کر رہی ہے اگر ایسا ہی ہے
تو وضاحت کی جائے۔

ملک نور حیات نون

(الف) جواب منفی ہے۔

(ب) جواب اثبات میں ہے۔ یونانی ایوریڈک اور
ہومیوپیتھک جیسے تینوں سسٹموں کی طرف توجہ
دینے کے لئے یونانی۔ ایوریڈک اور ہومیوپیتھک
پریکٹیشنرز ایکٹ مجریہ ۱۹۶۵ء کے تحت ان سسٹموں
اول۔ کے فروغ اور مشہوری۔
دوم۔ اس قسم کی ادویات میں تحقیق کو منظم کرنا۔
سوم۔ اس قسم کی ادویات میں پریکٹیشنرز کی رجسٹریشن
مہیا کرنا ہے۔

تربیلا سے صوبہ سرحد کو ٹنل (سرنگ) کا مسئلہ

مورخہ ۱۵ رجون ۸۵ء۔ سوال نمبر ۳۰۹۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر پانی و بجلی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ تربیلہ سے صوبہ سرحد
کی طرف ایک سرنگ کھودنے کا فیصلہ کیا

کیا گیا ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ صوبہ سرحد کے لئے اس بند سے اب تک کوئی نہر نہیں نکالی گئی اور

(ج) آیا صوبہ سرحد کو اس بند سے کوئی نہر مہیا کرنے کا کوئی منصوبہ ہے۔

جواب موصول نہیں ہوا۔

ہنرمند فنی ماہرین کی ملازمت اور تربیت

مورخہ ۱۳ / جون ۸۵ء سوال نمبر ۱۵۵ - مولانا عبدالحق

کیا وزیر محنت و افرادی قوت و اورسیز پاکستانی ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ انجنیروں، ڈاکٹروں اور دوسرے فنی ماہرین کی ایک بڑی تعداد ملازمت کے لئے بیرون ملک جا رہی ہے نیز

(ب) موجودہ منصوبے کی مدت کے دوران حکومت ہنرمند اشخاص انجنیروں کی کتنی تعداد کی تربیت کرے گی اور آیا مذکورہ افراد کی موجودہ تعداد ہمارے ملک کی ترقی پذیر معیشت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے؟

حاجی محمد حنیف طیب

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ بڑی تعداد میں انجنیر ڈاکٹرز اور دوسرے تیکنیکی ماہرین ملازمت کے لئے باہر جا رہے ہیں۔

(ب) حکومت موجودہ منصوبے کے مطابق جو ہنرمند افراد ٹرینڈ کرے گی ان کا اندازہ ۴۷۰۰۰ سالانہ لگایا گیا ہے جن میں سے ملک کی اندرونی ضروریات کے لئے ہنرمند افراد کا اندازہ ۵۴۰۰۰ سالانہ ہے اس طرح ہنرمند افراد اندرونی ضروریات کے لئے کم پڑ جائیں گے۔

ہنرمند کاریگروں میں پیداواری کاری گر تعمیراتی کاریگر اور دوسرے کاریگر جن میں مشینی کاریگر کارپینٹر، ترکھان، فٹرز اور پلمبرز وغیرہ شامل ہیں۔ ڈگری اور ڈپلومہ کی سطح پر انجنیروں کی تربیت وزارت تعلیم کی ذمہ داری ہے۔

بہبود آبادی ڈویژن کے برطرف شدہ ملازمین

مورخہ ۹ جون سوال نمبر ۱۴۰ - مولانا عبدالحق

کیا انچارج وزیر بہبود آبادی ڈویژن ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ بہبود آبادی ڈویژن کے چھ ہزار سابقہ ملازمین کو ۱۹۸۱ء کی آخری سہ ماہی میں ریٹائرڈ کر دیا گیا تھا۔

(ب) آیا مذکورہ ریٹائرڈمنٹ کا کوئی جواز تھا یا یہ ناقص منصوبہ بندی کا نتیجہ تھی۔

(ج) آیا حکومت نے روزگار مہیا کرنے کے لئے کوئی اقدامات کئے تھے یا مستقبل میں اس بارے میں کوئی ارادہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر محبوب الحق

(الف) جی نہیں۔ یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ چھ ہزار ملازمین کو ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ پاپولیشن ویلفیئر پلاننگ (تفریق و تنزلی سروس) آرڈیننس ۱۹۸۱ء (آرڈیننس نمبر ۱۷ / ۱۹۸۱ء) کے مطابق

بنیادی پے سکیل ایک سے لے کر سات تک
۱۱۳۶ ملازمین اور بنیادی پے سکیل ۱۸ سے
۳۹ ملازمین اور بنیادی پے سکیل ۱۹ کے ۵
ملازمین (کل ۳۶۵۵) کو ملازمت ختم ہوتے
پر ملنے والی مراعات دینے کے بعد ان کی ملازمتیں
ختم کر دی گئیں۔

(ب) صوبائی لائن ڈیپارٹمنٹس میں ٹارگٹ گروپ
اداروں میں اور غیر سرکاری تنظیموں میں صحت
کے موجودہ ذرائع کی سہولیات سے زیادہ استفادہ
کرنے پر انحصار کی وجہ سے اور کمیونٹی کی بڑھتی
ہوئی دلچسپی کی بناء پر ملازمین کو فالتو قرار دیا
گیا ان کی برطرفی ناقص منصوبہ بندی کا
نتیجہ نہیں تھی۔

(ج) مذکورہ ملازمین کے سرکاری ملازمت کے
لئے نااہل قرار پائے جانے کے بعد بعض لوگوں نے
فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے امتحان کا بائیکاٹ
کیا ان کی ملازمتیں قانون کے مطابق ختم کی
گئی تھیں۔ ایسے ۳۱۹ سابقہ ملازمین کو عارضی طور
پر سپریم کورٹ کے فیصلوں مورخہ ۲۹-۲-۸۴
تا ۲۸-۶-۸۴ کے حکم کی تعمیل کے مطابق عارضی
طور پر دوبارہ ملازمت پر حاضر ہونے کی اجازت
دی گئی۔

بے روزگاری کا مسئلہ

مورخہ ۶ جون ۸۵ء سوال نمبر ۳۲۲۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر محنت و افرادی قوت و سمندر پار پاکستان
ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ
(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ بے روزگاری ملک کے
تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے ایک سنگین مسئلہ میں
صوبائی حکومتوں کی مدد کے لئے کوئی کارروائی کی
ہے۔
(ب) آیا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ہزاروں بے روزگار افراد
تلاش روزگار کے لئے بیرون ملک جا رہے ہیں۔

حاجی محمد حنیف طیب

(الف) نہیں۔ یہ حقیقت نہیں ہے۔
(ب) جی وفاقی حکومت، ہر سال صوبائی حکومتوں کے سالانہ
ترقیاتی پروگرام کے لئے مالی امداد بڑھاتی رہتی ہے
جس سے بے روزگار تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے
زیادہ روزگار کے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ علاوہ
ازیں فیڈرل گورنمنٹ کے مین پاور ڈویژن نے
صوبائی حکومتوں کو ٹیکنیکل ٹریننگ اور اپرنٹس
شپ ٹریننگ کے لئے امداد دیتی ہے ان سے
تعلیم یافتہ نوجوانوں کو روزگار ملنے میں سہولت
ملی ہے حکومت کی پالیسی سے کافی مقدار میں بھی
سیکنڈری اور پرائمری سطح پر اساتذہ کی
اسامیوں میں اضافہ ہوا ہے۔

ریلوے کی کچی آبادیوں کے مکین

مورخہ ۶ جون ۸۵ء سوال نمبر ۳۲۴۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر ریلوے ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
اب تک کچی آبادی کے ان مکینوں کی دوبارہ

مستقل بنیادوں پر آباد ... ہوئی ہیں کی گئی جن کے قبضے میں ریلوے کی زمینیں ہیں جب کہ اس علاقے کا سروے پہلے بھی مکمل ہو چکا ہے۔

<u>نوابزادہ عبدالغفور خان ہوتی</u>

عام پالیسی کی رو سے ریلوے کی زمینوں کو بھی کالونیوں کے لئے مخصوص نہیں کیا جاتا کیونکہ انہی زمینوں سے آنے والی صدیوں میں ریلوے میں آئندہ توسیع کی ضرورت کو پورا کرنا ہے توسیع کے لئے صرف وہی زمینیں مناسب ہیں جو موجودہ ریلوے پٹڑی کے محور کے ساتھ ہیں اور انہی کو ریلوے میں آئندہ توسیع کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔ جب کہ کچی آبادی کو دوسری باقاعدہ کالونیوں میں بآسانی منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر وزارت تعمیرات بھی کام کر رہی ہے۔

<u>ذیابیطس کے ایک ٹیکے انسولین کی کمیابی</u>

<u>مورخہ ۴ جون ۸۵ء۔ سوال نمبر ۲۹۵ ۔ مولانا سمیع الحق</u>

کیا وزیر صحت، خصوصی تعلیم اور سماجی بہبود ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ ذیابیطس کے کراچی کی ایک فرم کی جانب سے درآمد کردہ سو یونٹ والی ایک دوائی (اسو کرڈ انسولین) راولپنڈی اور پشاور میں دستیاب نہیں ہے۔ مگر صرف ۴۰ یونٹ والی دوائی دستیاب ہے۔

(ب) کیا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ سو یونٹ کے تین ٹیکوں کی بجائے ۴۰ یونٹ کے چھ ٹیکے روزانہ لگانے پڑتے ہیں۔ اور

(ج) کیا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ہزاروں مریضوں کو مشکلات پیش آ رہی ہیں اگر ایسا ہو تو کیا کسی فرم کو ۱۰۰ یونٹ والی دوائی درآمد کرنے کی اجازت دینے کا حکومت کا کوئی ارادہ ہے؟

<u>ملک نور حیات نون</u>

جی ہاں: ۴۰ یونٹس پر مشتمل انسولین عام طور پر علاج کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح سے دنیا بھر میں یہ دس ملی میٹر کی شیشی میں تیار اور مہیا کئے جاتے ہیں اور یہ پنڈی اور پشاور میں کثیر تعداد میں میسر ہے۔ ایک صد یونٹوں کو صرف حال ہی میں آسٹریلیا میں متعارف کرایا گیا اور یہ پاکستان میں بھی درآمد کے لئے رجسٹرڈ ہو گیا ہے۔ کیونکہ کمپنی نے اس کو صحیح طور پر متعارف نہیں کرایا۔ اس کی وافر طلب کی بھی کمی ہے اور اس لئے راولپنڈی اور پشاور میں اس کو کیمسٹ نہیں رکھتے۔

قاعدہ کے تحت ٹیکوں کی کوئی خاص تعداد مقرر نہیں جا سکتی۔ ہر مریض کے مسئلے میں اس کی طلب مختلف ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے اس کی طلب ٹیکوں کو اعتبار بھی مختلف نوعیت کی ہو ۱۹۸۵ء سے اجازت دے رکھی ہے اس کو درآمد کر سکتے ہیں۔ کراچی اور لاہور میں یہ دوا درآمد اور فروخت کی جاتی ہے پشاور اور راولپنڈی کے کیمسٹ اس دوا کو کراچی کے درآمد کنندگان سے بھی حاصل کرتے ہیں۔

گورنمنٹ آف پاکستان

وزارت دفاع

ایوی ایشن ڈویژن

آسامیاں خالی ہیں

موزوں امیدواروں (عورت/مرد) جن کی عمریں ۱۸ سے ۲۵ سال کے درمیان ہوں (سرکاری ملازمین جوکہ ملازمت پر ہوں کیلئے عمر کی حد میں رعایت کی جاسکتی ہے۔) سے ایوی ایشن ڈویژن راولپنڈی میں مندرجہ ذیل عارضی آسامیوں (جوکہ غیر متعینہ مدت تک جاری رہیں گی) کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ ہر آسامی کے لئے مطلوبہ قابلیت/تجربہ ان کے سامنے درج ہے:

نمبر شمار	نام تعداد آسامی	پے سکیل	پروونشل/علاقائی کوٹہ	قابلیت و تجربہ
۱۔	اسسٹنٹ - ۲	بی - ۱۱	(سندھ اربن - ۱) (پنجاب - ۱)	گریجویٹ فرسٹ ڈویژن یا اعلیٰ سیکنڈ ڈویژن
۲۔	سٹینو ٹائپسٹ - ۲	بی - ۱۵	(این اے/فاٹا - ۱)	میٹرک فرسٹ یا سیکنڈ ڈویژن بمعہ ۴۰/۸۰ الفاظ رفتار فی منٹ شارٹ ہینڈ و ٹائپنگ۔
۳۔	ایل۔ڈی۔سی - ۵	بی - ۵	(سندھ اربن - ۱) (سندھ رورل - ۱) (این ڈبلیو ایف پی - ۱) (بلوچستان - ۱) (این اے/فاٹا - ۱)	میٹرک فرسٹ ڈویژن یا اعلیٰ سیکنڈ ڈویژن بمعہ ۳۰ الفاظ فی منٹ ٹائپنگ سپیڈ

ii۔ مکمل درخواستیں بمعہ مصدقہ نقول و ڈومیسائل مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۵ء تک بنام سیکشن آفیسر (اسٹیبلشمنٹ) وزارت دفاع (ایوی ایشن ڈویژن) پاکستان سیکرٹریٹ نمبر ۱۱ راولپنڈی کو پہنچنی چاہئیں۔ مندرجہ بالا تاریخ کے بعد آنے والی درخواستوں پر کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

iii۔ پروونشل/علاقائی کوٹہ برائے ہر آسامی پر سختی سے عملدرآمد کیا جائے گا۔

iv۔ ٹیسٹ/انٹرویو کیلئے آنے جانے والوں کو کوئی ٹی اے/ڈی اے نہیں دیا جائے گا۔

دستخط - محمد نعیم ملک سیکشن آفیسر (ایڈمن)

ٹیلیفون نمبر ۶۲۵۰۸

اشتہار نمبر ۶۳/۸۱۳
اسلام آباد

نقصان پہنچایا تھا۔ کھمبوں کو تبدیل میں کچھ وقت صرف ہوا۔

محکمہ ٹیلیگراف کی کارکردگی

مورخہ ۲۷ مئی۔ سوال نمبر ۲۵۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر مواصلات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ آیا یہ امر واقعہ ہے کہ میر پور خاص اور اسلام آباد سے ٹیلیگرام نمبر ۱۲۷ ۳ سی اے ۔ ۹۴ جو بالترتیب ۱۶ مئی ۸۵ء اور ۱۵ مئی ۸۵ء کو اکوڑہ خٹک بھیجے گئے جو ۲۲ مئی ۸۵ء کو وصول ہوئے اگر یہ اس طرح ہوا تو وجوہات بیان کریں اور ایسی تاخیر کو دور کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں۔

جناب محی الدین بلوچ

درحقیقت مذکورہ بالا دونوں تاریں جو کہ جناب مولانا عبدالحق ایم این اے اور سمیع الحق صاحب سینیٹر اکوڑہ خٹک کے لئے بک ہوئی تھیں لائن کی خرابی کی وجہ سے ان تاروں کو نوشہرہ سے اکوڑہ خٹک بذریعہ ڈاک بھیجنا پڑا۔ اس لئے مذکورہ تاریں تاخیر سے تقسیم ہو سکیں۔ متعلقہ عملے کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ کہ وہ لائنوں کو ٹھیک رکھنے کے لئے ضروری اقدامات عمل میں لائیں تاکہ آئندہ کسی ایسی شکایت کا موقع نہ ملے۔

اکوڑہ، خیرآباد کی لائنیں

مورخہ ۲۷ مئی ۸۵ء۔ سوال نمبر ۶۰۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر مواصلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ امر واقعہ ہے کہ اکوڑہ خٹک ٹیلیفون ایکسچینج گذشتہ پانچ ماہ سے جہانگیرہ اور خیرآباد سے کٹا ہوا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو صورت حال کے مداوا کے لئے کون سے اقدامات کئے گئے ہیں۔

جناب محی الدین بلوچ

اکوڑہ خٹک سے جہانگیرہ اور خیرآباد کی لائنیں پچھلے ماہ کے عرصے میں مکمل طور پر منقطع نہیں رہی ہیں بلکہ اکوڑہ خٹک سے جہانگیرہ اور خیرآباد کا رابطہ براستہ نوشہرہ ایکسچینج ہمیشہ بحال رہا ہے۔ جو اس کا اصل روٹ ہے۔ لیکن جہانگیرہ اور خیرآباد کے درمیان براہ راست لائنیں اضافی سہولت کے طور پر بھی مہیا کی گئی تھی حالاں کہ موجودہ ٹریفک کی بنیاد جو کہ روزانہ ہوتے کالیں ہوتی ہیں اس کا قطعی جواز نہیں ہے ان اضافی لائنوں کی دیکھ بھال کا معیار بہتر طور پر برقرار نہیں رکھا جا سکا۔ چونکہ معمول کی ٹریفک براستہ نوشہرہ صحیح طور پر جاری رہی ان لائنوں کی ضروری مرمت کر کے ان کو بالکل صحیح حالت میں بحال کر دیا گیا ہے۔

علاقہ نظام پور میں ٹیلیفون کی سہولت

مورخہ ۱ جون ۸۵ء۔ سوال نمبر ۲۳۶۔ مولانا عبدالحق

کیا وزیر مواصلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے کہ علاقہ نظام پور تحصیل نوشہرہ میں جو دور دراز ایک پہاڑی علاقہ ہے اور ۳۲ دیہات پر مشتمل ہے میں ٹیلیفون لگایا جا رہا ہے۔

محی الدین بلوچ۔ جی ہاں ۸۷-۱۹۸۶ء میں متوقع ہے۔

توانائی میں بچت کیجئے

آپ کے ملک کا اربوں روپیہ توانائی پر خرچ ہوتا ہے۔ اس کے بے جا استعمال سے گریز کیجئے۔
یاد رکھیئے! پٹرولیم پر حکومت روزانہ ۵ کروڑ روپے کا زرمبادلہ خرچ کرتی ہے۔ گیس کے استعمال پر
بیرونِ ملک قیمت کے لحاظ سے روزانہ ۹ کروڑ روپیہ۔ بجلی کی پیداوار پر حکومت کا خرچ ۵،۲ کروڑ روپے
روزانہ ہوتا ہے۔ پٹرول، ڈیزل، مٹی کا تیل، قدرتی گیس، بجلی ہمارے لئے نعمتیں ہیں۔ ان کا ضیاع مت
کیجئے۔ توانائی کے استعمال میں بچت روزمرہ کی زندگی کا اصول بنایئے۔ ایندھن کی کمی ضرورت ہے

ادارہ وسائل توانائی حکومتِ پاکستان

PID(I) ORIENT ISLAMAI

تعارف و تبصرۂ کتب

کشفِ خارجیت | از مولانا قاضی مظہر حسین صاحب۔ صفحات ۵۶۸ قیمت ۳۰ روپے

پتہ۔ حافظ عبدالوحید حنفی۔ دفتر تحریک خدام اہلسنّت مدنی جامع مسجد چکوال۔

کشفِ خارجیت، تحریک خدام اہل سنّت کے بانی و امیر مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی تازہ تصنیف ہے
اللہ تعالیٰ نے موصوف سے سنّت، عقائد اہل سنّت، خلفاء راشدین و صحابہ کرامؓ کی طرف سے پُرزور مدافعت
نیز اصلی سنیّت اور علماء دیوبند کے مسلکِ اعتدال کے تحفظ کا کام لیا ہے اور لے رہا ہے۔ وادامہا اللہ۔
حضرت قاضی صاحب کی شخصیت پوری ملّت بالخصوص اہلسنّت کے لئے قابلِ فخر سرمایہ ہے۔ شیعیت، خارجیت
ناصبیت کی رد میں موصوف نے جو کام کیا ہے۔ گویا امت کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا ہے۔ کشفِ خارجیت بھی
موصوف کی تصنیف "خارجی فتنہ" کا گویا ایک تکمیلی حصہ ہے۔ جو محمد علی سعید آبادی کے رسالہ "اصل حقیقت" کے
جواب میں لکھی گئی ہے۔ مگر اس کے باوجود کتاب مسلک اہلسنّت اور علماء دیوبند کے مسلکِ اعتدال کو جامع ہے
جب بھی کبھی کسی نے خواہ کتنی ہی بڑی علمی و سیاسی شخصیت کیوں نہ ہو مسلک اہل سنّت یا علماء دیوبند کے مسلک
اعتدال سے ہٹنے یا خلاف کرنے کی دانستہ یا نادانستہ طور پر کوئی کوشش کی تو حضرت قاضی صاحب موصوف کے
علم و حمیتِ دینی کو جوش آیا۔ ان کے علم کے سمندر میں طوفان اٹھا اور مسلکِ حق کے دفاع کی خاطر تفسیر و حدیث
اور تاریخ و سیر کے معلومات اور قوی و مستحکم دلائل کا سیلاب امڈا جس نے پچھلوں کی طرح عصری شخصیتوں
کے غلط نظریات کو بھی لے بہایا۔ کشفِ خارجیت بھی اس کا مظہرِ اتم ہے۔ اور یہ بھی ایک ایسا وصف ہے جو دورِ
حاضر کے مصنفین میں صرف قاضی صاحب موصوف کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ کشفِ خارجیت بھی آپ کی دوسری
تحریروں کی طرح سلیس، دلنشین، آسان اور مدلّل ہے۔ کاغذ و طباعت عمدہ، جلد بندی مضبوط اور دیدہ زیب
ہے اور قیمت بھی معقول ہے (ع ق ح)

آسان تفسیر | از مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب۔ صفحات ۱۸۴۔ قیمت ۲۵ روپے

پتہ:۔ دارالارشاد۔ مدنی روڈ۔ اٹک شہر

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے مسترشد اور خلیفہ ہیں ۔ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی کے تلمیذ اور ان کے علوم و معارف سے مستفید ہیں ۔ موصوف کو قرآنی علوم کی اشاعت اور اس کے درس و تبلیغ سے خصوصی شغف و مناسبت رہی ہے بلکہ زندگی بھر یہی مشغلہ رہا ۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی اچھا ذوق اور ملکہ رکھتے ہیں ۔ آپ کی کئی ایک تصنیفات طبع ہو چکی ہیں ۔

زیر تبصرہ کتاب آپ کی معروف تالیف " آسان تفسیر " کی دوسری جلد ہے ۔ جو اب تیسری بار شائع ہو رہی ہے ۔ تحریر سادہ ، سلیس اور سلجھی ہوئی ، مختصر مگر جامع ، ہر خاص و عام کے لئے مفید بالخصوص سکول ، کالج اور یونیورسٹیوں کے طلبہ و اساتذہ اور درس قرآن کا شغل رکھنے والے احباب کے لئے تو بے حد نافع ہے ۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور ان کی استعداد کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے ۔ ربط آیات ، ضروری فوائد ، خلاصہ مضامین آسان اور واضح زبان اس کے انفرادی خصائص ہیں ۔ اب تک چار جلدیں چھپ چکی ہیں ۔ ہماری دعا ہے کہ باری تعالیٰ موصوف کو اس انداز سے اس تفسیری سلسلہ کے تکمیل کی جلد از جلد توفیق ارزانی فرمادے ۔ (ع ق ح)

معالم العرفان فی دروس القرآن (تفسیر سورۂ بقرہ)	از مولانا صوفی عبدالحمید سواتی ۔ صفحات ۴۹۶ ۔ قیمت ۴۵ روپے پتہ :۔ مکتبہ دروس القرآن ۔ محلہ فاروق گنج گوجرانوالہ

مولانا عبدالحمید سواتی مدرسہ نصرت الاسلام گوجرانوالہ کے مہتمم ، کئی ایک کتابوں کے مصنف ، اور مشہور دینی و علمی شخصیت ہیں ۔ اب ان کے مختلف دروس قرآن کی ترتیب و اشاعت کا کام بھی معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے شروع ہو گیا ہے ۔ اور اس کی کئی ایک جلدیں طبع ہو کر علمی و دینی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں اور الحق میں بھی ان پر تفصیل سے تبصرہ کیا جا چکا ہے ۔ ترتیب و صفائی کا کام جناب لعل دین ایم اے انجام دے رہے ہیں ۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو صرف سورۂ بقرہ کے درس و تفسیر پر مشتمل ہے ۔ زبان سادہ ، سلیس ، قدیم و جدید ضروریات اور معلومات کی جامع ہے ۔ علوم قرآن اور ترجمہ و تفسیر کا ذوق رکھنے والے احباب ، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ سب کے لئے یکساں طور مفید ہے ۔

ضخامت ، عمدہ کتابت ، اعلیٰ کاغذ و طباعت اور دیدہ زیب جلد بندی کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو قیمت بھی معقول ہے ۔ (ع ق ح)

شان رسالت	مؤلف ، مولانا محمد ایوب ہاشمی ۔ صفحات ۳۳۶ ۔ قیمت درج نہیں ۔ پتہ ۔ دارالاشاعت ، مدرسہ سراج العلوم دھمنوڑ ، ایبٹ آباد

دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں ان سب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ بلاشبہ بلند تر
ہے۔ آپ دنیا کے اکمل ترین انسان اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کی سیرت ایک ایسا موضوع ہے جس
ہر دور میں نئے نئے زاویوں سے جائزہ لیا جاتا رہا۔ اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت قائم رہے گا۔
چنانچہ مولانا محمد ایوب ہاشمی نے بھی شانِ رسالت کے نام سے رواں دواں، شستہ، سہل اور سلجھی
ئی زبان میں سیرت پہ قلم اٹھایا ہے۔ جو ولادت سے تا وفات اہم معلومات کو جامع ہے۔ تحریر سے عمل کا
بہ پیدا ہوتا ہے یہی وہ چیز ہے جس نے کتاب کو انفرادیت بخش دی ہے۔ سیرت کے طلبہ کے لیے یہ مختصر
جامع کتاب ہے۔ بے حد مفید اور نافع ثابت ہوگی (ع ق ح)

تنزیہ الٰہ | از حکیم میاں عبدالقادر (فاضل دیوبند) صفحات ٢٧٨ قیمت درج نہیں۔
پتہ: بیت الحکمت۔ لوہاری منڈی۔ لاہور

اخبارات و رسائل اور ملکی و غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے علم کم اور جہالت زیادہ پھیل رہی ہے۔ قرآن و
ث اور علوم نبوت تو در کنار، لوگوں سے توحید جیسا بنیادی عقیدہ بھی مخلوط ہو کر رہ گیا ہے۔ زیر
ہ کتاب کے جملہ مضامین عقیدۂ توحید اور تنزیہ الٰہ کی تشریح و توضیح میں توحید، صفت باری تعالیٰ
باحق، ردِّ شرک و دہریت، تصوف، تخلیق کائنات، حزب اللہ، انسانی اعمال اور اس نوع کے دیگر
نوانات پر مشتمل یہ کتاب علمی تحقیقی اور معلوماتی اعتبار سے دلچسپ، مفید اور دریا بہ احباب اندر
مذاق ہے۔ خدا کرے کہ زیادہ سے زیادہ مقبول ہو کر امت کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے۔ (ع ق ح)

بقیہ نقشِ آغاز

راخدلی اور وسیع النظری کے وہ وہ مظاہرے کئے کہ عقل و خرد اور تدبیر و دانش سر پیٹ کر رہ گئے۔
رہ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ ہم دینی قدروں سے عاری اور غیرت ملی سے تہی دست کسی قوم کے فرد ہیں
اسلامی اقدار و حدود اور تعلیمات سے تہی دامن جاہل قوم یا پھر منافق اور یا پھر اتنے وسیع الظرف
ہر روشن خیال فراخ دل کہ جس کی وسعتوں میں ایمان، علم اور غیرت و حمیت کی ہر ہر نشانی ڈوب کر رہ گئی
واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

پی ایس او
توانائی کی
مسلسل فراہمی
کی ضمانت

پی۔ ایس۔ او کے ڈپو
ملک کے تمام اہم مراکز میں قائم ہیں
ریلوے اور ٹینکروں کے ذریعہ پٹرولیم کی مصنوعات
ملک کے گوشے گوشے میں پہنچائی جاتی ہیں
توانائی ہمارا شعبہ ہے۔
اور ہم اس کا پورا خیال رکھتے ہیں
کہ ملک کے ہر حصے میں
ہر ضرورت پوری ہوتی رہے۔
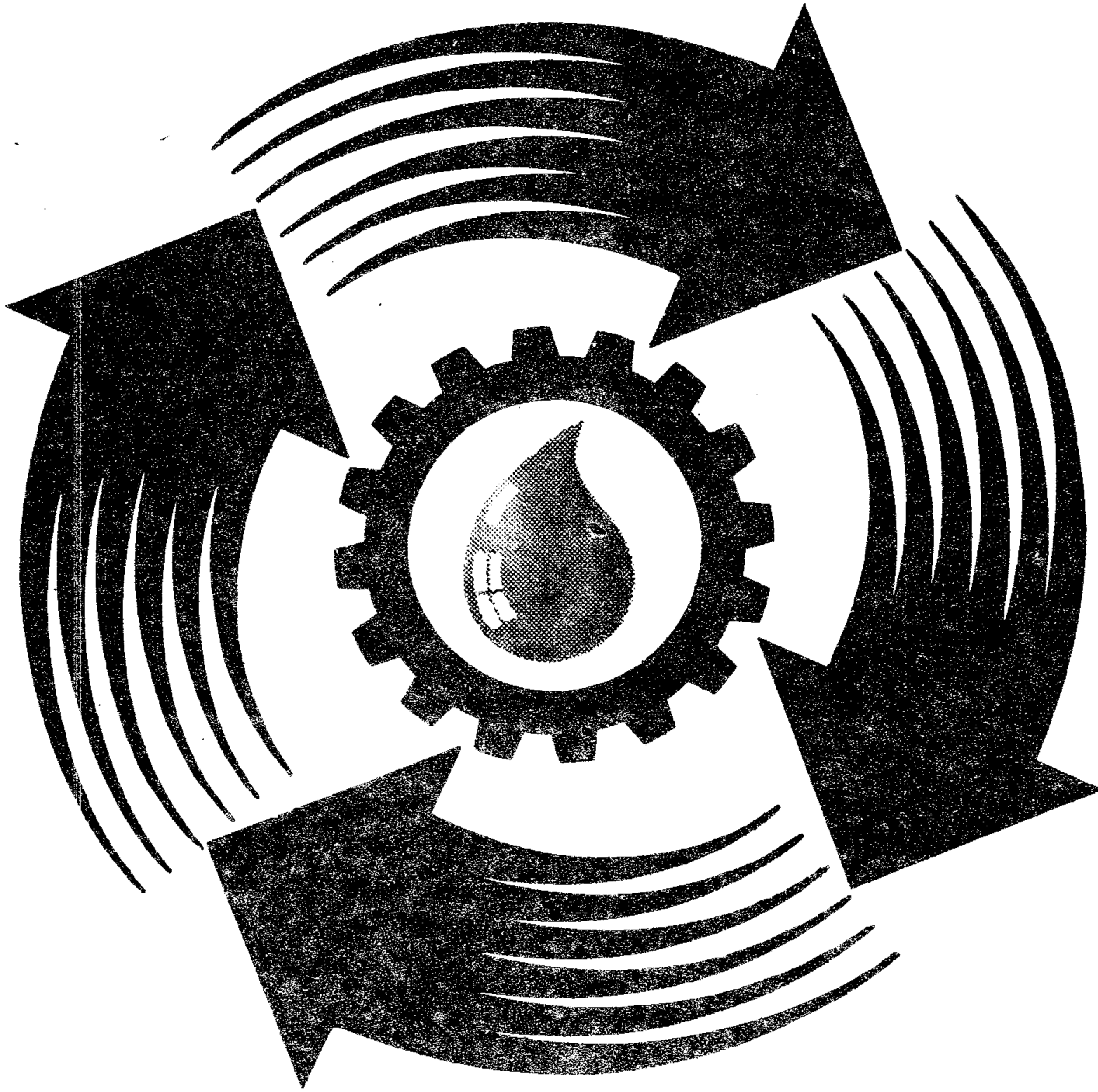
PSO پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ

PARAGON

PID · Islamabad 5 · 84